Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

243-9

594

خطبۂ صدارت

594

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम इण्डियन नेशनल कांग्रेस

लेखक जे० बी० कृपलानी

प्रकाशन वर्ष 1946

आगत संख्या 594

۲۳ نومبر ۱۹۴۶ء

594;U

دلّی پرنٹنگ ورکس
طبع ہوا

3564
अली, एस० पी०, ले.

3570
शुक्ल, सीताराम, ले.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ओ३म्
पुस्तक संख्या १८/१ 17/1
पञ्जिका-संख्या २५२८१
पुस्तक पर सर्व प्रकार की निशानियां लगाना वर्जित है। कोई सज्जन पन्द्रह दिन से अधिक देर तक पुस्तक अपने पास नहीं रख सकते। अधिक देर तक रखने के लिये पुनः आज्ञा प्राप्त करनी चाहिये।

ओ३म्
यह पुस्तक श्री लाला लब्भूराम जी वैश्य इलुधियाना निवासी की ओर से गुरुकुल पुस्तकालय को भेंट में प्राप्त हुई।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

594

خطبۂ صدارت

دوستو

اس سال آپ نے اپنے مشوروں پر صدارت کرنے کے لئے منتخب کرکے جو اعزاز مجھے بخشا ہے اس کے لئے میں آپ کا شکرگذار ہوں - میں ایسا خود پسند نہیں ہوں کہ خود کو اس نمایاں اعزاز کے لئے بہترین آدمی سمجھ لوں اور نہ میں غلط انکساری کے باعث یہ کہہ کر آپ کی توہین کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے ایک ایسے آدمی کو چن لیا ہے جو آپ کے سپرد کئے ہوئے فرض کو ادا کرنے کے بالکل ہی نا اہل ہے - ہمارے وہ کارآزمودہ رہنما جنھوں نے پچھلے زمانے میں اس عہدے کو عزت بخشی ہے، اپنے کندھوں پر اب دوسرے بار اُٹھائے ہوئے ہیں اور ان مصروفیتوں کے باعث وہ اس آرگنائزیشن کی خدمت کُلّی طور پر نہیں کر سکتے - مولانا ابوالکلام آزاد، جنھوں نے ہماری کشتی کو سب سے زیادہ خطرناک اور طوفان زدہ سفر کے وقت میں چلایا ہے عہدے کی ذمّہ داریوں اور پریشانیوں سے الگ ہو کر اُس آرام و سکوں کے طالب ہیں جس کے وہ پورے طور پر مستحق ہیں - میں آپ کی خدمت بجا لانیکے لئے آزاد تھا اور آپ نے مجھے اپنے پہلے خادم کی حیثیت سے چن لیا ہے - اگرچہ میں اس اعزاز کو اچھی طرح محسوس کرتا ہوں تاہم اس سے زیادہ اس ذمہ داری کو محسوس کرتا ہوں جو اس اعزاز سے وابستہ ہے - گاندھی جی نے اس کو "کانٹوں کا تاج" کہا ہے، اور حقیقت

594:U

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہیں آج تو یہ پہلے سے بھی بڑھا ہوا "کانٹوں کا تاج" ہے، جبکہ ہمارا جہاز ایک ایسی بندرگاہ کے قریب پہنچ رہا ہے جس میں کثرت سے سرنگیں بچھادی گئی ہیں۔ لیکن مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہم اپنے مقصد سے سچی وفاداری برتیں گے اور آپس میں متحد رہیں گے تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں منزل پر پہنچنے سے نہیں روک سکتی۔

پچھلے حالات پر ایک نظر

ہم آج پورے چھ سال کے بعد پھر جمع ہوئے ہیں۔ یہ زمانہ صرف دنیا کی تاریخ ہی میں نہیں، بلکہ ہماری آزادی کی جدّوجہد کی تاریخ میں بھی نہایت اہم تھا۔ اس مدّت میں ہمیں برطانی حکومت کے ساتھ دو مرتبہ کھلی ٹکر لینی پڑی۔ ۱۹۴۱ء میں انفرادی سول نافرمانی کی تحریک جاری کی تاکہ ہر ہندوستانی کو اس جنگ کے متعلق آزادی سے اظہار رائے کا حق حاصل ہو جس میں ہندوستان کو اس کی مرضی کے خلاف گھسیٹ لیا گیا تھا۔ یہ تحریک اس محدود مقصد کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

ہماری دوسری ٹکر "ہندوستان چھوڑ دو" کی ایک وسیع ترین اجتماعی تحریک تھی۔ جب کانگریس نے پہلی جنوری ۱۹۳۰ء کو اپنے مقصد "پورن سوراج" یا "کامل آزادی" کو دوبارہ واضح کیا تو یہ بھی غیر ملکیوں کو ہندوستان چھوڑنے کیلئے ایک اطلاع تھی لیکن یہ اطلاع مبہم یا غیر معیّن تھی جس کو انہوں نے نظر انداز کیا اور ہم نے بھی اس پر عمل درآمد نہ کرایا۔ لیکن جیسا کہ ۱۹۴۳ء میں صاف بتلادیا گیا، یہ ہمارا قطعی اور واجب التعمیل حکم تھا کہ وہ ہندوستان چھوڑ دیں۔ اس وقت اپنے سامراجی مقاصد کے جال میں پھنسا ہوا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

برطانیہ خود کو ایک دوسری عالمگیر لڑائی میں مبتلا کر چکا تھا - وہ ایک بڑی معرکہ آرائی کے لئے تیار نہ تھا اس نے جلد ہی خود کو زندگی اور موت کی کشمکش میں پڑا ہوا دیکھا اس واقعہ کا اُس پر جو ردّ عمل مختلف محاذوں کے متعلق پیدا ہوا وہ جمہوریت کا ایک دلچسپ سبق ہے - خود اپنی سرزمین پر جہاں اسکے باشندے آزاد و با اختیار تھے، اس حقیقت کے باوجود کہ وہاں خطرہ سب سے زیادہ تھا وہ پوری عالی ہمتی اور اولوالعزمی کے ساتھ نازک حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا، لیکن یہاں ہندوستان میں جہاں اسکی حکومت ہے حکمرانی عوام کی مرضی کے خلاف قائم تھی، وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا، اور دہشت زدہ ہو کر اخلاقی ابتری میں پڑ گیا - جاپانی حملہ کے اندیشہ سے ڈر کر حاکموں نے لوگوں کو ان کے گھروں اور کھیتوں سے نکال دیا، انکی فصلوں کو تباہ کر دیا اور یہاں تک کہ لوگوں کو انکے ذریعہ معاش سے بھی محروم کر دیا - جو لوگ اس قدر پریشان کئے جا رہے تھے انکو مجالِ شکایت بھی نہ تھی - آزادانہ اظہار خیال، اور اجتماع کے تمام ذرائع کا اور پلاٹ فارم اور پریس کا ایسے قانون کے ذریعہ جو واقعیت کے اعتبار سے مارشل لا تھا، گلا گھونٹ دیا گیا - اب ملک کے سامنے صرف یہی صورت تھی کہ یا تو وہ پستی میں پڑے پڑے ان ذلتوں کو برداشت کرے، یا اس چیلنج یعنی دعوتِ مقابلہ کے سامنے آئے اور مزاحمت پیش کرے - کانگریس کیلئے یہ ممکن نہ تھا کہ اس چیلنج کو نظر انداز کر دیتی - اگر وہ ایسا کرتی تو اسکا یہ عمل ویسا ہوتا جیسا کہ فیشسٹ اور نازی دست درازیوں سے ڈر کر یورپین ممالک کی سوشل ڈماکریٹک پارٹیوں نے کیا تھا - سوشل ڈماکریٹی اپنے مقصد کے تحفظ کیلئے کوئی ضرب لگائے بغیر ہی ذلت کے ساتھ ناکامیاب ہو گئی - اس انتہائی نازک وقت میں گاندھی جی نے یہ چیلنج قبول کرنے کا فیصلہ کیا - انہوں نے کانگریس کو دعوت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دی کہ اگر ضرورت ہو تو لڑ کر مر جائے۔ کانگریس اور قوم کی یہ دانائی تھی کہ انہوں نے انکی رہنمائی کی پیروی کی۔

بہت سے عقلمند سیاست دانوں نے شک و شبہ سے اپنا سر ہلایا ان کے خیال میں یہ خالص حماقت تھی کہ ایک غیر مسلح قوم ایسے وقت میں برطانیہ کا مقابلہ کرے جبکہ اس کی پوری مسلح طاقت حرکت میں لائی جا چکی ہو، اور امریکہ کے کبھی نہ ختم ہونے والے ذرائع اس کے استعمال میں ہوں۔ لیکن ان عقلمند آدمیوں نے یہ فراموش کر دیا تھا کہ جب کانگریس نے گاندھی جی کی رہنمائی انقلابات سیاسیات کو اختیار کیا تھا تو اس نے رواجی و تقلیدی سیاسی دانائی کو ترک کر دیا تھا۔ اس نے یہ ہمت کی تھی کہ خطرے میں پڑے اور حاصل کرے۔ کیا کانگریس نے اس وقت عقلمندی کی تھی جبکہ اس نے خلافت کے مسئلہ کو، سمجھے بغیر ہی اپنا لیا تھا؟ اس کے علاوہ کیا یہ عقلمندی تھی کہ آزادی حاصل کرنے کیلئے "نمک ستیاگرہ" جاری کی جائے؟ یہ ظاہر تو نمک اور آزادی میں کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا۔ بھلا اس میں کونسی عقلمندی ہو سکتی تھی کہ گاندھی جی اپنے غیر مسلح پیروؤں کی ایک جماعت کے ساتھ ۲۱ روز تک پا پیادہ سفر کرتے رہے تاکہ سمندر کے ساحل تک پہنچ کر چٹکی بھر نمک اٹھائیں؟ یہ کیسی سیاسی یا کسی دوسری قسم کی عقلمندی تھی کہ پنڈت موتی لال نہرو اپنے کمرے میں مٹی کے ایک ڈھیلے سے ایک اسپرٹ لمپ پر کیمیاوی جانچ کی نلکی میں نمک بنائیں؟ پھر یہ کیا عقلمندی تھی کہ انفرادی ستیاگرہ کیلئے لوگوں کو چُنکر جگہ جگہ پھرنے اور خلافِ جنگ نعرہ لگانے کیلئے بھیجا جائے یہاں تک کہ وہ گرفتار کر لئے جائیں؟ حقیقت یہ ہے کہ کانگریس نے گاندھی جی کی رہنمائی میں کبھی وہ عمل نہیں کیا ہے جو صاف طور پر رسمی یا رواجی حیثیت رکھتا ہو۔ اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اگر وہ جنگ آزادی کے ختم ہونے اور کامل آزادی حاصل ہونے سے پہلے ایسا کریگی تو وہ اپنے انقلابی فرض کی ادائگی سے چوک جائیگی۔

ہر تحریک کے بعد بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کانگریس تھک کر چور چور ہو گئی ہے اور جی چھوڑ چکی ہے۔ غیر ملکی حکومت نے یہ سمجھ لیا کہ وہ ہمیشہ کیلئے پامال کی جا چکی ہے۔ لیکن جد و جہد کے بعد اس بظاہر شکست خوردہ کانگریس نے جب بھی وقت آیا، خود کو پہلے سے زیادہ زندہ اور اپنی قربانی اور تکلیفوں سے حاصل کی ہوئی مزید طاقت کو استعمال کرنے کیلئے تیار کیا۔

اگست ۱۹۴۲ء کی جد و جہد ختم ہو گئی لوگ ہندوستان سے لاپتہ نہیں ہوئے تھے۔ وہ یہیں موجود تھے معلوم ہوتا تھا کہ قوم تھک کر بیجان ہو چکی ہے۔ اس تاریک زمانے میں بہت سے جھوٹے غیب داں طعنہ دیتے تھے کہ "کیا ہم نے ایسا نہیں کہا تھا؟" لیکن جوں ہی گاندھی جی اور ورکنگ کمیٹی کے ممبروں کیلئے جیل کے دروازے کھولے گئے" ملک میں درماندگی اور تھکاوٹ کے کوئی آثار موجود نہ تھے۔ ہم نے جو کچھ دیکھا وہ یہ تھا کہ ایک نئی زندگی ہر جگہ موجیں مار رہی تھی۔ شملہ کو لیڈروں کی رہائی ایک ایسی حکومت سے گفت و شنید کرنے کیلئے جو کانگریس کی پامالی کا دعوے کر رہی تھی، ایک فاتحانہ مارچ تھا، شکست خوردہ اور ذلت یافتہ لوگوں کا مارچ نہ تھا۔ اسکے بعد انتخابات جاری ہوئے مرکزی بھی اور صوبجاتی بھی۔ نتیجوں کے متعلق کسی کو کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ جن لوگوں نے کانگریس کی سیاسیات میں کوئی دانائی نہیں دیکھی تھی پھر اس کے حلقہ میں واپس ہونے میں میں ذرا بھی دیر نہ کی اور اسمبلی کی نشستوں کیلئے اور طاقت کی ان جگہوں کیلئے جو انکے خیال میں جلد ہی دستیاب ہونے والی تھی خود کو پیش کیا۔ وہ تیزی سے واپس آئے اور قبول

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی کر لئے گئے۔

انتخابات نے یہ ثابت کر دیا کہ کانگریس پر قوم کا اعتماد اور بھی بڑھ گیا ہے۔ جن لوگوں نے جنگ کی تھی اور مصیبتیں جھیلی تھیں وہ کامیاب ہوئے۔ ان کو انعام مل گیا۔ لیکن بہت سے لوگ جنھوں نے سب سے زیادہ جدوجہد کی تھی اور سب سے زیادہ دُکھ جھیلا تھا وہ اس وقت ہم میں موجود نہیں ہیں۔ انھوں نے اپنی جنم بھومی کی قیمت اپنی بیش قیمت جانوں سے ادا کی۔ آج ہم جمع ہوئے ہیں تاکہ پچھلے حالات کا جائزہ لیں اور آئندہ کے لئے پالیسیاں مرتب کریں۔ اس وقت ہمیں قومی تحریک کے اُن بہادر سپاہیوں کی یاد تازہ کرکے، خواہ وہ معلوم ہوں یا لامعلوم، ان کو عزت و احترام کا خراج ادا کرنا ضرور ہے۔ انھوں نے اس لئے تکلیف اُٹھائی کہ دوسرے لوگ آرام کریں۔ وہ اس لئے مر گئے کہ دوسرے لوگ زندہ رہیں۔

شملہ کانفرنس اور اس کے بعد

ورکنگ کمیٹی کے ممبران جون ۱۹۴۵ء میں، برطانوی گورنمنٹ کی پالیسی میں ایک تبدیلی پیدا ہونے کے باعث رہا کر دئے گئے۔ وائسرائے نے مرکز میں ایک نیشنل گورنمنٹ قائم کرنے کے متعلق گفت و شنید کرنے کے لئے بڑی سیاسی پارٹیوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس شملہ میں طلب کی۔ یہ کانفرنس ناکامیاب ہوگئی اس لئے کہ اسے کام کرنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ وائسرائے نے یہ پسند کیا کہ وہ مسلم لیگ کے انوکھے مطالبات کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں باوجود اس کے کہ وہ ان کو جائز اور معقول نہیں سمجھتے تھے۔ لیگ کے لیڈر اس امر کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ ایک غیر لیگی کو یہاں تک کہ ایک غیر کانگریسی مسلم کو بھی جو وائسرائے کا نامزد ہو کیبنٹ میں شامل کیا جائے۔ یہ سمجھنا مشکل تھا کہ اتنی رقم صرف کرکے اور اتنی تکلیف اُٹھا کر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آخر یہ کانفرنس کیوں طلب کی گئی تھی اس سے ملک میں ایک مایوسی اور غصّہ کی لہر دوڑ گئی۔ بہتوں نے یہ پوچھا کہ جو لوگ "ہندوستان چھوڑ دو" کے رزولیوشن کی سوگند اُٹھا چکے تھے وہ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے کیوں کر رضامند ہوئے جو موجودہ رجعت پسندانہ آئین کی بنیاد پر طلب کی گئی ہو۔ لیکن ایک سنجیدہ گہری اگرچہ لڑائی کرنے میں تامّل سے کام لیتا ہے، مگر جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک پُرامن اور باعزّت سمجھوتہ کا موقع موجود ہے تو تیزی سے صلح کرنا چاہتا ہے۔ اگر بنیادی اور اصلی باتیں مان لی جاتی ہیں تو وہ تیار ہو جاتا ہے کہ معاملات پر بحث کرنے کے لئے اپنے مخالفوں کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ جائے۔ مزید برآں اس وقت ہندوستان کا غذائی مسئلہ بہت سنگین ہوا جارہا تھا، اور یہ توقع کی جاتی تھی کہ ایک قومی حکومت، اُس دفتری حکومت کی بہ نسبت جو پچھلے دنوں افسوسناک ابتری پھیلا چکی ہے، اس کا کہیں بہتر انتظام کرے گی۔ ملک کو بھی اطمینان اور سکون کی ایک مدّت کی ضرورت تھی تاکہ وہ قومی صورت حال کا جائزہ لے سکے۔

شملہ کانفرنس ناکامیاب ہوگئی، لیکن برطانی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ ہندوستانی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے وہ جلد ہی کوئی زیادہ قابل عمل تدبیر نکالے گی۔ برطانی دفتری حکومت ایک سُست رفتار مشین ہے۔ اس کے علاوہ برطانی لوگ ہمیشہ وقت اور موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ خانگی اور بین الاقوامی صورتِ حال میں اگر ان کے مفید مطلب کوئی تبدیلی ہو جائے تو وہ اس لائق ہو جاتے ہیں کہ زحمت انگیز پابندیوں سے اپنا دامن بچالیں۔ لیکن کوئی مناسب حال تبدیلی نہیں ہوئی۔ انگلستان کے عام انتخابات میں رجعت پسند ٹوریوں کو شکست ہوئی۔ لیبر پارٹی ایک بھاری اکثریت کے ساتھ برسر اقتدار آگئی۔ بین الاقوامی صورتِ حال بھی خطرناک امکانات سے معمور ہوگئی۔ امپائر میں ہندوستان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سب سے زیادہ کمزور مقام تھا۔ اس کے لئے ایک حل کی ضرورت پیش آئی۔ ایک گشتی پارلیمنٹری کمیٹی اس غرض سے آئی کہ مطالعہ اور تحقیقات کرے۔ اس کے پیچھے پیچھے وزیر ہند لارڈ پیتھک لارنس کی رہنمائی میں کیبنٹ مشن آیا۔ بڑی سیاسی پارٹیوں سے گفت و شنید کے ایک طویل سلسلہ کے بعد کیبنٹ مشن نے اپنے ۱۶ مئی کے بیان میں آزاد اور متحد ہندوستان کا آئین بنانے کے لئے ایک آئین ساز اسمبلی اور مرکز میں ایک عارضی قومی حکومت کے قیام کے لئے اپنی پیشکش کا اعلان کر دیا۔

دہلی اور شملہ میں تین ماہ تک جو ٹھکا دینے والی گفت و شنید جاری رہی تھی اس کی تاریخ سب کو معلوم ہے اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس کا خالص نتیجہ یہ ہوا کہ اگرچہ آئین ساز اسمبلی کے پلان کو کانگریس اور لیگ دونوں نے منظور کر لیا مگر مرکز میں کوئی عارضی حکومت نہیں بنائی جا سکی۔ کانگریس کے بغیر ہی حکومت بنانے کی دعوت دینے سے وائسرائے کے انکار پر لیگ لیڈروں کو اتنی مایوسی ہوئی کہ بعد کو انھوں نے اعلان کر دیا کہ آئین ساز اسمبلی میں بھی مسلم لیگ شریک نہیں ہوگی۔ اس لئے وائسرائے نے برطانی کیبنٹ سے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ کانگریس کو اکثریت والی پارٹی ہونے کی حیثیت سے عارضی حکومت بنانے کی دعوت دیدی جائے۔ مسلم لیگ کو شریک کرنے کا کام دانشمندی کے ساتھ کانگریس پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ کانگریس نے اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے مسٹر جناح سے ملاقات کی۔ لیکن حسب دستور اُس طرف سے کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔ اس لئے کانگریس نے مجبور ہو کر ستمبر ۱۹۴۶ء میں عہدہ قبول کر لیا۔

پھر جلد ہی وائسرائے نے کیبنٹ میں اپنے ساتھیوں کی رضامندی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حاصل کئے بغیر اپنے طور پر لیگ لیڈروں سے بات چیت شروع کی - یہ طریق کار پہلے سے دھیان میں نہ تھا - کانگریس کو جو پیشکش دی گئی تھی وہ غیر مشروط تھی - پھر بھی کانگریس نے جو ہمیشہ اتحاد کی خواہشمند اور متلاشی رہتی ہے، کوئی اعتراض نہ کیا - وائسرائے کی وساطت سے کانگریس اور لیگ نے پھر گفت و شنید شروع کی - اس کا نتیجہ بھی ناکامیاب ہوا - لیکن آخر میں لیگ نے وائسرائے کی یہ دعوت قبول کرلی کہ وہ عارضی حکومت کے چودہ ممبروں میں سے پانچ ممبروں کو نامزد کردے اس طرح آج لیگ کے نمائندے قومی حکومت میں موجود ہیں اور ساتھیوں کی طرح اپنے نمائندوں کے ذریعہ کام کر رہے ہیں - امید کی جاتی ہے کہ ایک ہی طرح کی مشکلات کا مقابلہ کرنے اور ایک ہی طرح کے مسائل کو حل کرنے کے باعث ایک ایسا عملی اتحاد پیدا ہو جائے گا جو ہمیں ان دشوار وقتوں سے گذر جانے کے لائق بنا دے گا -

تعمیری انقلاب

مجھے یقین ہے کہ اگر کانگریس اگست ۱۹۴۲ء میں برطانی امپیریلزم کا چیلنج قبول نہیں کرتی تو ہم اس پوزیشن میں نہ ہوتے جو آج ہمیں حاصل ہے - اور نہ مسلم لیگ یا دوسری اقلیتیں اس پوزیشن میں ہوتیں، اگرچہ ان میں سے بعض لوگ اس حقیقت کو تسلیم کرنا پسند نہیں کریں گے - یہ سچ ہے کہ ہم نے پورن سوراجیہ کا مقصد اب تک حاصل نہیں کیا ہے - لیکن ہمارے نمائندوں اور لیڈروں نے طاقت کے قلعہ کو توڑ کر اس میں داخلہ حاصل کر لیا ہے - یہ غیر ملکی حکمرانی کا خاتمہ نہیں ہے، لیکن یقیناً انتہا کی ابتدا ہے، بہ شرطیکہ ہم اپنے مواقع سے فائدہ اُٹھانا سیکھ لیں - تاہم اگر مکمل آزادی کا مقصد ہم حاصل بھی کر لیں جب بھی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمیں یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ ہمارا کام ختم ہوگیا ہے۔ قومی آزادی یقیناً ایک بیش قیمت چیز ہے۔ ایک قوم کی زندگی کے لئے یہ ناگزیر شے ہے لیکن یہ خواہ کتنی ہی بڑی اہمیت رکھتی ہو، پھر بھی ایک منفی کامیابی ہے، یعنی بیرونی زنجیروں کے توڑنے کا عمل ہے۔ یعنی صرف ایک رکاوٹ کو دُور کرنا ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ جب کسی شخص کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں دور کردی جائیں تو وہ اپنی نو یافتہ آزادی سے اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچانے لگے۔ اگر ہم عقلمند ہیں تو ہم صرف بیرونی بندشوں کے ٹوٹ جانے پر قناعت نہیں کرینگے، بلکہ اپنے معاملات کو اس طرح منظم کرینگے کہ جو آزادی ہم حاصل کریں وہ ہمارے برادران وطن کے لئے حقیقی بہبودی میں مبدّل ہوجائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا انقلابی جوش پرانے نظام کو نیست و نابود کرنے کے بعد ہمیشہ تعمیری سرگرمیوں میں تخلیقی قوت کے اظہار کی صلاحیت حاصل کرتا رہے۔ یہ تعمیری کوشش ہمارے لئے کوئی نئی چیز نہ ہوگی۔ ہماری انقلابی تحریک، جو کہ عدم تشدد پر مبنی ہے تاریخ میں بے مثال ہے۔ عام طور پر سیاسی انقلابات صرف پرانے نظام کی تباہی کے لئے ہوتے ہیں۔ ان کی حکمت عملی صرف طاقت پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے مرتب کی جاتی ہے، اور قوم کی زندگی کو پھر سے سانچے میں ڈھالنے کی تمام تعمیری کوششیں پُرانے نظام کو پورے طور پر تباہ کرنے اور طاقت پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد میں ہوتی ہیں۔ اس طریقہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات کے درست و روبراہ ہونے اور تعمیری کوششوں کو شروع کرنے سے پہلے صرف ایک نہیں بلکہ کئی انقلابات آتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس طریق عمل سے خانہ جنگی پیدا ہوتی ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور بالآخر ڈکٹیٹری حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ خانہ جنگی اور ڈکٹیٹری دونوں ایسی چیزیں ہیں جو انقلاب کے مقاصد کو شکست دیدیتی ہیں فرانسیسی اور روسی انقلابات نے یہی نتیجہ پیدا کیا۔

کانگریس نے گاندھی جی کی رہنمائی میں صرف پرانے نظام کی بیخ کنی اور حصولِ طاقت پر حد سے زیادہ زور دینے سے پرہیز کیا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس تعمیر پروگرام پر بہت زور دیا ہے۔ اس کے تخریبی اور تعمیری پروگراموں پر گذشتہ ۲۶ سال سے عمل کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گاندھی جی کے لئے سول نافرمانی کی موثر تیاری صرف اسی میں ہے کہ تعمیری پروگرام پر پوری شدت سے عمل کیا جائے۔ اب جبکہ ارباب کانگریس بہت سے صوبوں میں نظم و نسق چلا رہے ہیں، اور مرکز میں بھی ایک قسم کی قومی حکومت موجود ہے ہمارے لئے یہ کام دشوار نہیں ہونا چاہئے کہ ہم اپنی کوشش کو بڑھائیں، اور گاندھی جی کے بنائے ہوئے اور کانگریس کے منظور کئے ہوئے تعمیری پروگرام کے پورے امکانات سے فائدہ اٹھائیں۔

جمہوریت اور عدم تشدد

ہماری قومی جدوجہد جوں جوں آگے بڑھتی گئی ہے ہمارے کام کی نوعیت بھی واضح سے واضح تر ہوتی چلی گئی ہے۔ بہت دن پہلے ہم نے صرف تخریب اور حصولِ طاقت کی ترکیبوں کے خلاف فیصلہ کیا تھا اسی لئے ہم نے پستول اور بم کے استعمال کو متروک کر دیا۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمارا انقلاب ایک کھلی ہوئی سازش کی شکل کا ہونا چاہئے اور اس میں بہ تدریج عوام الناس کو شامل کرنا چاہئے۔ اس لئے یہ لابدی ہوا کہ اس میں اخفائے راز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور تشدد کا کوئی شائبہ موجود نہ ہو۔ ایک ایسا انقلاب جو عوام کے ہاتھوں لایا گیا ہو اور وہ بھی عدم تشدد پر مبنی ہو، جمہوریت کے معنی رکھتا ہے۔ اس لئے ہمارا کانگریس آرگنائزیشن بھی ایک جمہوری آئین رکھتا ہے۔ حقیقت میں اگر جمہوریت کو اصلی اور موثر جمہوریت ہونا ہے، اور صرف رسمی و دستوری جمہوریت نہیں ہونا ہے تو اسکی بنیاد یقیناً عدم تشدد پر ہونی چاہیئے۔ اور عدم تشدد اگر صرف ظاہری یا زبانی جمع خرچ نہیں ہے تو ضرور ہے کہ یہ جمہوریت کی طرف رہنمائی کرے عدم تشدد اور ڈکٹیٹری متضاد چیزیں ہیں۔ ہم آج کانگریس کی اس جمہوری نوعیت کو بدل نہیں سکے اور نہ ایسا کرنا مناسب ہوگا۔ اس لئے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ہم سیاسی جمہوریت کا عہد کر چکے ہیں اور ہمارا سوراجیہ جمہوری قسم کا ہوگا۔ یہ کسی ایک شخص کی حکمرانی نہ ہوگی چاہے وہ شخص کتنا بڑا ہو، یا کسی ایک خاندان کی حکمرانی نہ ہوگی چاہے وہ خاندان کتنا ہی مشہور و درخشاں ہو۔ اور نہ یہ کوئی ایسا سوراجیہ ہوگا جو کسی خاص فرقہ یا مسلک یا جماعت کے تحت میں ہو۔ یہ عوام کی حکمرانی ہوگی، عوام ہی کے ہاتھوں اور عوام ہی کی بہبودی کے لئے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ ساری دنیا میں سیاسی جمہوریت اگر کسی قسم کی اقتصادی برابری پر مبنی نہیں ہوتی تو وہ صرف ایک ظاہری صورت بن کر رہ جاتی ہے۔ ایسی سوسائٹی میں جہاں دولت کی تقسیم بہت غیر مساوی ہوتی ہے، جمہوری صدا اپنی بڑی معنویت سے محروم ہو جاتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ یورپ کے چھوٹے ممالک مثلاً ناروے، سوئیڈن، ڈنمارک وغیرہ بڑے سرمایہ دار ممالک کی بہ نسبت زیادہ حقیقی جمہوریت رکھتے ہیں۔ جسکا واحد سبب یہ ہے کہ ان کی جمہوریت بڑی حد تک اقتصادی برابری پر قائم ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لیکن اقتصادی برابری کمیونسٹ نظام کے تحت میں بھی ہو سکتی ہے جو مرتکز کی ہوئی یعنی ایک مرکز پر لائی ہوئی بڑی بڑی صنعتوں پر مبنی ہو۔ میرا عقیدہ ہے کہ اقتصادی برابری ایک ایسی سوسائٹی میں جسکا اقتصادی نظام صرف بڑی انڈسٹری پر قائم ہو یقینی طور پر صرف چند آدمیوں کے ہاتھوں میں طاقت جمع کر دینے کا باعث ہوتی ہے۔ اگر سیاسی طاقت یہ رجحان رکھتی ہے کہ طاقت والوں کو بد اخلاق بنا دے تو یہ رجحان اس وقت اور بھی دوگنا ہو جاتا ہے جب سیاسی اور اقتصادی دونوں طاقتیں ایک ہی ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہیں۔ سرمایہ داری نے جمہوریت کو اس لئے ہلاک کر دیا کہ سرمایہ دار طبقہ بالواسطہ یا بلاواسطہ سیاسی طاقت کا مالک بن بیٹھا۔ کمیونزم اقتصادی طاقت کا پورا کنٹرول سیاسی ڈکٹیٹر یا دفتری ملازم کے ہاتھوں میں رکھ دیتا ہے۔ اس میں جمہوریت کے لئے وہی خطرہ موجود ہے جو سرمایہ داری میں ہے

انڈسٹری کی لامرکزیت

اسلئے اگر جمہوریت کو برقرار رہنا ہے تو اس کو ایک ایسا طریقہ ضرور دریافت کرنا چاہیئے جو اقتصادی طاقت کو حکمراں یا حکمرانوں کے ہاتھوں میں (خواہ وہ کتنے ہی برگزیدہ یا منتخب ہوں) مرتکز ہونے سے روک دے۔ اگر فرد کے لئے آزادانہ سرگرمی کے کوئی میدان باقی نہیں رہیں گے تو سیاسی جمہوریت بھی ڈکٹیٹری بن جا سکتی ہے۔ اقتصادی میدان میں کانگریس کی تاریخی کارگزاری یہ رہی ہے کہ اس نے لامرکزی صنعت کی کھلی علمبرداری کی ہے۔ تقسیم بنگالہ کی تحریک سے اب تک ہمارے سیاسی مفکروں نے ہمیشہ دیہاتی اور گھریلو صنعتوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ جب سے گاندھی جی نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستانی سیاسیات میں قدم رکھا، یہ حمایت اور بھی زور پکڑ گئی ہے اور قومی تعمیر کے ایک واضح پروگرام میں مبدّل کر دی گئی ہے۔ اس لئے اِس منزل پر پہنچ کر ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے سوراجیہ کی اصلیت کو صاف طور پر ظاہر کر دیں، اور یہ کہدیں کہ موجودہ حالات میں اس کی کوشش اسی سمت رہے گی کہ جتنا زیادہ ممکن ہو صنعت کو لامرکزیت کی طرف لے جایا جائے اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ صرف لامرکزیت ہی کے ذریعہ ہم اپنی زرعی آبادی کی بھاری اکثریت کی پُرانی بے روزگاری کے مسئلہ کو موثّر طور پر حاصل کر سکتے ہیں۔

کانگریس نے ۱۹۳۹ء میں پنڈت جواہر لال نہرو کی زیر صدارت ایک تعمیری کمیٹی مقرر کی تھی۔ یہ کمیٹی چند سال سے کام کر رہی ہے۔ اس نے بہت سی معلومات اور اعداد و شمار جمع کئے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس کی محنتوں سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ لیکن ہم اس کی فراہم کردہ معلومات کو اس وقت تک کام میں نہیں لا سکتے جب تک کانگریس یہ فیصلہ نہ کرے کہ کن کن صنعتوں کو مرتکز کرنا ہے اور کن کن صنعتوں کو لامرکزی بنا دینا ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو ہر صوبہ اپنا اپنا راستہ اختیار کرے گا۔ میرا خیال ہے کہ اب بھی بڑی انڈسٹری کے میدان میں کانگریسی صوبوں کے درمیان ایک قسم کا مقابلہ جاری ہو گیا ہے۔ ہر صوبہ یہ چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ ملیں اور فیکٹریاں قائم کی جائیں۔ ہم نے خیال کیا تھا کہ کپڑا بنانے کی صنعت ایک ایسی صنعت ہے جو زیادہ سے زیادہ "لامرکزیت" کے لائق ہے۔ مگر اس میں بھی ہر صوبائی حکومت دوسری صوبائی حکومت سے کپڑے کا نیا نیا کارخانہ قائم کرنے میں مقابلہ کر رہی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کپڑے کی موجودہ کمی کی حالت میں زیادہ پیداوار کے تمام ذرائع اختیار کئے جائیں۔ لیکن یہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ اس سے لابُدی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طور پر نئے سرمایہ دارانہ مفادات بڑھتے ہیں - کھدّر کا کام کرنے والے کی حیثیت سے میرا عقیدہ ہے کہ کمتر سرمایہ اور کمتر کوشش سے اور کمتر مدّت میں چرخہ اور کرگھہ کی منظم حوصلہ افزائی کے ذریعہ بہت کچھ کام انجام دیا جا سکتا بہ نسبت اس کے کہ نئے نئے مل کھولے جائیں - میں نے صرف کپڑے کی صنعت کی مثال پیش کی ہے، لیکن اب وقت آگیا ہے کہ ہم آپس میں مشورہ کرکے یہ فیصلہ کریں کہ کن کن صنعتوں کو "مرکزیت" اور کن کن صنعتوں کو "لامرکزیت" کی بنیاد پر چلایا جا سکتا ہے -

جب میں "لامرکزی" صنعت کا ذکر کرتا ہوں تو میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف ہاتھ کی طاقت کا استعمال ناگزیر ہے - کام کرنے والے کے گھر اور دیہات میں اس کی قابلیت اور میدان عمل کو بڑھانے کے لئے برقی طاقت بھی کام میں لائی جا سکتی ہے - یہ حقیقت ہے کہ انڈسٹری کی اس "لامرکزیت" سے قومی دولت کے وقتاً فوقتاً ضائع ہونے کا وہ عمل رُک جائے گا جو صنعتی جھگڑوں اور ہڑتالوں وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے، اتنی نمایاں ہے کہ اس کے بیان کی ضرورت نہیں - جس حد تک یہ جھگڑے روکے جاتے ہیں لوگوں میں اچھے پڑوسی بننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے - "یہ لامرکزی" صنعت "کو-آپریٹو" یعنی امداد باہمی کی بنیاد پر قائم کی جا سکتی ہے - ضرورت اس کی ہے کہ پیداوار اور تقسیم دونوں کی کو اپریٹو سوسائٹیاں بنائی جائیں - اگر پیداوار کی، کو-اپریٹو" سوسائٹیوں کا فوری قیام ممکن نہیں ہے تو تقسیم ہی کی کو - اپریٹو سوسائٹیاں ابھی پبلک اداروں اور صوبائی حکومتوں کی طرف سے قائم کی جا سکتی ہیں - دیہات کا کام کرنے والا شخص چیزوں کی پیداوار میں اتنی مشکل محسوس نہیں کرتا جتنی کہ ان کو بازار تک بھیجنے اور فروخت کرنے میں -

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زراعت اور ہمارا غذائی مسئلہ

ہماری زراعت کو بھی زیادہ سے زیادہ لامرکزی "صنعت کے نمونہ کی تقلید کرنی چاہیئے - اس میں خاص طور پر کسانوں کو حق ملکیت مل جانا چاہیئے- اس شرط کے ساتھ کہ کسی آراضی کی، خواہ وراثت، خواہ قرضہ یا کسی دوسرے سبب سے، ایسی ضمنی تقسیم نہیں ہونی چاہیئے کہ وہ ایک دیہاتی گھرانے کی کفالت کرنے کے لائق نہ رہے - لامرکزی صنعت اور زراعت دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہونا چاہیئے - جہاں تک ممکن ہو موخرالذکر کا انتظام بھی امداد باہمی کی بنیاد پر ہونا چاہیئے، کاشتکاری کے لئے بھی اور بازاروں میں فروخت کے لئے بھی-

کانگریس یہ عہد کر چکی ہے کہ وہ سلطنت (اسٹیٹ) اور کسان کے بیچ سے درمیانی آدمی کو خارج کردے گی - پچھلے دنوں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ایک غیر سرکاری رزولیوشن کی موافقت میں ورکنگ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ صوبائی حکومتوں سے اے - آئی - سی - سی - کے دفتر میں زمینداری سسٹم کو منسوخ کرنے کے لئے ان کی اسکیمیں طلب کی جائیں - اب جو مواد اس سلسلہ میں موصول ہوا ہے ان کو منظم کرکے ورکنگ کمیٹی میں غور و خوض کے لئے پیش کیا جانا چاہیئے - مجھے اُمید ہے کہ اس معاملہ میں ورکنگ کمیٹی کی ہدایت پر تیزی سے عمل کیا جائے گا اور ہماری زرعی اقتصادیات سے درمیانی آدمی کو خارج کرنے کے مسئلہ پر ایک جامع اسکیم تیار کرنے کے لئے ماہروں کی ایک جماعت مقرر کی جائے گی - ماہروں کی یہ جماعت ایسے خاکے بھی تیار کرسکتی ہے، جو مناسب تبدیلیوں کے ساتھ مختلف صوبوں کی ضروریات پوری کریں - صوبہ یو - پی - میں زمینداری سسٹم کی تنسیخ کے لئے ایک سرکاری بل جلد ہی لیجسلیچر میں پیش کیا جانے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

والا ہے۔ اور ایک کمیٹی اس لئے مقرر کردی گئی ہے کہ یو۔پی لیجسلیچر نے جو ریزولیوشن پاس کیا ہے اس کی مناسبت سے ایک بل کا مسودہ تیار کیا جائے امید کی جاتی ہے کہ یہ بل آسانی سے پاس ہوجائے گا۔ زمینداروں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے، اس لئے کہ اس بل میں ان کو کافی معاوضہ ادا کرنے کی شرط داخل کردی گئی ہے۔

وہ غذائی مسئلہ جس نے جنگ کے زمانے میں خطرناک وسعتیں اختیار کرلی تھیں آج بھی ہمارے لئے ایک بڑا دردِ سر بنا ہوا ہے۔ ہم اب تک غیر ممالک کی امداد کے محتاج ہیں۔ غیر ملکی پر ہمارا یہ انحصار جہاں تک ہماری زندگی کی ابتدائی ضرورتوں کا تعلق ہے جلد از جلد دُور ہونا چاہیئے۔ ضروری زراعتی اصلاح کے بعد یہ پیداوار کو فوراً بڑھانا اور ہندوستان کی موجودہ آبادی کے لئے غذا بہم پہنچانا مشکل نہیں ہونا چاہیئے۔ ہماری زرعی پیداوار بجد پست ہے۔ جاپان میں لوگ فی ایکڑ ۳۹۰۹ پونڈ چاول پیدا کرتے ہیں، لیکن ہندوستان میں صرف ۹۳۹ پونڈ حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح گیہوں کی پیداوار جاپان میں ۲۰۱۰ پونڈ فی ایکڑ ہے لیکن ہندوستان میں صرف ۷۷۴ پونڈ ہے۔ اس میدان میں منظم زرعی ریسرچ کا ایک بڑا موقع موجود ہے۔ یہاں کافی مقدار میں غیر آباد زمین بھی موجود ہے جو کنوئیں اور نہر کی آبپاشی اور مناسب کھاد کے ذریعہ زیر کاشت لائی جاسکتی ہے۔ مزید برآں غذائی فصلوں اور "روپیہ کی فصلوں" کے درمیان مناسب رشتہ بھی از سرِ نو قائم کرنا چاہیئے، اور جہاں تک ممکن ہو، دونوں ذرائع سے کاشتکار کی آمدنی کو مساوی بنا دینا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو زیادہ روپیہ والی فصلوں کو چھوڑنے اور کم آمدنی والی فصلوں کو اختیار کرنے کے لئے کسانوں پر کوئی مشورہ یا ترغیب کارگر نہ ہوگی۔ مستقبل میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

قحط کو اور قحط کے خطرے کو روکنے کے لئے بہترین طریقہ یہ ہے کہ ملک ایسے بڑے یا چھوٹے علاقوں میں تقسیم کر دیا جائے جو انسانی غذا کی بنیادوں پیمائش کے سلسلہ میں کافی بالذات ہوں۔ اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ان علاقوں میں وہی چیزیں پیدا کی جائیں جو سائینس کے اعتبار سے ایک متوازن غذا مہیا کر سکیں۔ ہماری زرعی آبادی کی صحت جو ہماری قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس وقت تک ترقی نہیں کر سکے گی جب تک اس کو روزانہ دو وقت پیٹ بھر کر سائینٹیفک اعتبار سے متوازی غذا نہیں ملے گی۔ دیہاتی صحت و صفائی کی پہلی شرط مناسب غذا ہے۔ متوازن غذا کے مسئلہ پر مزید تحقیقات کی ضرورت ہے۔ لیکن گاندھی جی کی کوشش سے اتنا کافی کام کیا جا چکا ہے کہ ایک مفید ابتدا کی جا سکتی ہے۔

آج مرکز میں ہمارے محترم لیڈر بابو راجندر پرشاد موجود ہیں جو محکمہ غذا کے بہت ہی با احتیاط اور راست باز وزیر ہیں، اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہمیں صرف موجودہ مشکلات ہی پر عبور حاصل کرنے کے لائق نہیں بنائینگے بلکہ مستقبل کے لئے ایسے انتظامات کرینگے کہ ہم غیر ملکی دروازوں پر غذا کی بھیک مانگنے کے لئے کبھی مجبور نہ ہونگے۔

اگر نئی دنیا میں جمہوریت، بہت سی اقتصادی سطحوں کو بلند و پست کئے بغیر، ممکن نہیں ہے، تو وہ ان بین الاقوامی رقابتوں سے بھی موافقت نہیں رکھتی جو وقتاً فوقتاً عالمگیر لڑائیاں پیدا کرتی ہیں۔ جنگ میں ہمیشہ طاقت مرتکز ہو جاتی ہے۔ جنگ سیاسی آقاؤں اور ضابطہ پرست حاکموں کی طاقت کو بڑھا دیتی ہے۔ شہری آزادیاں کم کر دی جاتی ہیں۔ آزادانہ اجتماع اور آزادانہ اظہار رائے کے حقوق، خواہ وہ پلاٹ فارم، یا پریس یا ریڈیو سے تعلق رکھتے ہوں بڑی حد تک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

چھین لئے جاتے ہیں۔ جدید لڑائیاں عالمگیر بن جانے کا رجحان رکھتی ہیں۔ بہت کم ممالک اپنی غیر جانب داری کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ غیر جانبدار ممالک میں بھی جنگ کا خوف شہری آزادیوں کو گھٹا دیتا ہے۔ اور سلطنت (اسٹیٹ) کے اختیارات کو بڑھا دیتا ہے۔ اس لئے اگر جمہوریت کو مناسب اور مکمل طور پر کام کرنا ہے تو باہمی نیک نیتی اور اتحاد عمل کو بین الاقوامی نزاع و جنگ کی جگہ لینی چاہیئے۔ لیکن یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو جنگ کے متعلق کسی ایک قوم کے رویّہ سے حل نہیں ہو سکتا جبتک سامراجی سلطنتیں قائم ہیں، خواہ وہ فیشسٹ ہوں، یا جمہوری ہوں یا سوشلسٹ ہوں، بین الاقوامی رقابتوں کا فیصلہ کرنے کے لئے جنگ ہی ایک ذریعہ بنی رہے گی۔ میں نے یہاں پر سوشلسٹ، سامراجوں کا تذکرہ کیا ہے اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ سوشلزم اور امپیریلزم دو متضاد چیزیں ہیں۔ لیکن اسی طرح جمہوریت اور امپیریلزم بھی تو متضاد ہیں۔ پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ شہنشاہی جمہوریتیں موجود ہیں۔ جمہوریت کی طرح سوشلزم بھی عملی اعتبار سے سیاسی اور اقتصادی شہنشاہیت کے ساتھ ہم سکتا ہے۔ بالشیوک روس کو ابتک دنیا کو اس امر کا یقین دلانا باقی ہے کہ اس نے اپنے پڑوسیوں پر منہ مارنے کی زاری پالیسی ترک کر دی ہے۔ انگلستان کی سوشلسٹ حکومت سے بھی ایسی یقین افزا علامتیں ظاہر نہیں ہوتیں ہیں کہ اس نے اپنے شہنشاہی مقبوضات پر سے اپنا قبضہ اٹھا لینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہندوستان میں جو قدم اٹھائے گئے ہیں وہ بھی مذبذب اور سست ہیں، اور یہ شبہ پیدا کرتے ہیں کہ وہ شہنشاہیت کو ترک کرنے کی حقیقی خواہش کی بہ نسبت زیادہ تر بین الاقوامی صورت حال کی پیداوار ہیں۔

مختصر یہ کہ ہماری تحریک آزادی کا تاریخی ارتقا، چونکہ عدم تشدد اور عوام

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کی بہبودی سے وابستہ ہے، اسلئے اسکا تقاضہ ہے کہ ایک ایسا سوشل نظام قائم کیا جائے جو اقتصادی لوٹ سے آزاد ہو، جمہوری اصولوں پر عمل کرتا ہو، اور بین الاقوامی امن واتحادِ عمل کا حامل ہو۔ ایسی سوسائٹی ہمارے موجودہ زمانے کے بلند ترین آدرشوں سے موافق ہوگی۔ گاندھی جی کی کہنائی میں کانگریس انہیں مقاصد کے لئے کام کرتی رہی ہے۔ آج اسکا فرض ہے کہ وہ ان مقاصد کو زیادہ صفائی سے واضح کردے اور انکو حاصل کرنے کے لئے زیادہ شعور وادراک کے ساتھ کام کرے، اور جو نئی طاقت اسے حاصل ہوئی ہے۔ اسکو اسی نتیجہ کے لئے استعمال کرے۔

قومی اتحاد

آج مرکز میں ایک طرح کی قومی حکومت موجود ہے۔ اور صوبوں میں لوگوں کی منتخب کی ہوئی حکومتیں کام کررہی ہیں۔ جلد ہی ہم ہندوستان کے لئے ایک نیا آئین مرتب کرنے کی غرض سے جمع ہونگے۔ آزادی اگرچہ حاصل نہیں ہوئی ہے تاہم یقینی طور پر ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اہل برطانیہ کے ارادے خواہ کچھ بھی ہوں، وہ اب ہمیں آزادی دینے سے انکار نہیں کرسکتے۔ اگر آج ہم اپنے مقصد سے محروم رہ جائینگے تو یہ قصور ہمارا ہوگا۔ اور ان غلطیوں کا نتیجہ ہوگا جو اس نازک موقع پر ہم سے سرزد ہونگی۔ ایک مریض کے لئے سب سے زیادہ خطرناک وقت وہ نہیں ہوتا جبکہ مرض کی شدت ہو بلکہ وہ ہوتا ہے جبکہ مریض بحالی صحت کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ ڈاکٹر کی نگرانی ڈھیلی پڑ چکتی ہے۔ اور اسے خود ہی اپنا خیال کرنا پڑتا ہے۔ ہم اس وقت اسی نازک حالت میں ہیں، اور سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہمارے دشمن بہت چالاک اور ہوشیار ہیں۔ ہندوستان میں برطانی شہنشاہیت کی سب سے بڑی طاقت اس چیز میں ہے کہ خود

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri
22279 9/1 2432

ہندوستانیوں کو آلہ کار بنا کر اپنے برے منصوبوں کو کام میں لانا اس کے لئے ممکن بنا رہا ہے۔ ہندوستان خود ہندوستانی روپیہ سے، ہندوستانی ذرائع سے، ہندوستانی سپاہیوں سے اور اکثر ہندوستانی دماغوں سے فتح کیا گیا ہے۔ ہمارا افسوسناک سانحہ ہماری تقسیموں اور اختلافات میں موجود ہے اور اس رجحان میں کہ وسیع تر قومی مفادات کو فرقہ، مسلک یا جماعت کے مفادات پر قربان کر دیا جائے۔ ہم چھوٹے چھوٹے اجزا کے ساتھ وہ وفاداری برتتے ہیں جو ہمیں "کل" کے ساتھ برتنی چاہیئے۔ یہی ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ تمام سیاسی اچھائیوں میں، اتحاد سب سے بڑی اور اہم ترین چیز ہے۔ بہ شرطیکہ یہ اتحاد دباؤ یا طاقت کے ذریعہ اوپر سے عاید نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ فطری اور طبعی ہو۔ اس میں اہل برطانیہ صرف ہندوستانیوں ہی پر نہیں بلکہ دوسری یوروپین قوموں پر بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ اپنی تاریخ کی ہر نازک گھڑی میں اہل برطانیہ نے مذہبی جماعتی اور پارٹیوں کے اختلافات کو ترک کر دیا ہے۔ سولہویں صدی میں بھی جبکہ مذہبی اختلافات کے باعث مذہبی لڑائیاں ہوتی تھیں، اور کیتھولک لوگ پروٹسٹنٹ لوگوں سے نفرت کرتے تھے، جس وقت برطانیہ کو اسپین کے کیتھولک بادشاہ کی طرف سے حملہ کا خطرہ ہوا، برطانی کیتھولک جماعت اگرچہ مظالم کا شکار تھی تاہم وہ ایک غیر ملکی حملہ کی مدافعت کے لئے اپنے پروٹسٹنٹ برادران وطن کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہو گئی۔ پچھلی لڑائی میں بھی، جبکہ قومی ضرورت نے انہیں مجبور کیا برطانیہ کے سوشلسٹوں نے چرچل جیسے رجعت پسند، گھمنڈی اور جماعت پرست شخص کے تحت میں کام کرنے میں کوئی پس و پیش نہ کیا۔ لیکن ہندوستان میں چھوٹے چھوٹے اختلافات ناقابلِ عبور خلیج پیدا کر دیتے ہیں۔ جو نکتے مشترک ہوتے ہیں انکو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لوگ بھول جاتے ہیں، اور ادنےٰ اختلافات پر زیادہ زور دینے لگتے ہیں۔ اگر ہمیں ایک قوم کی طرح زندہ رہنا اور ترقی کرنا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم مرکز سے گریز کرنے کے اس طبعی رجحان کو روک دیں۔

اس وقت ہماری آزادی کے لئے سب سے بڑا خطرہ فرقہ وارانہ اختلافات ہیں جو بالخصوص دو بڑی جماعتوں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ غیر ملکی حکمران نے گذشتہ دنوں میں ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ آج وہ دیکھتا ہے کہ اس کے تماشہ کا آخری ترپ کا پتہ یہی ہے وہ اسکو نہایت چالاکی اور باریکی سے کھیل رہا ہے۔ یہ غیر تاریخی، غیر علمی اور غیر فطری خیال ہے کہ ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں۔ انکے سماجی، سیاسی اور اقتصادی مفادات ایک ہیں۔ ان کے مشترک نکتے بے شمار ہیں۔ انکے اختلافات آسانی سے شمار کئے جا سکتے ہیں اور صرف سطحی ہیں۔ غیر ملکی لوگ لباس کے اتفاقی امر کے علاوہ اور کسی چیز سے ہندو اور مسلم میں تمیز نہیں کر سکتے اور وہ اس حالت میں جبکہ وہ ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ کے اختلاف لباس سے واقف ہوں۔ ہندوستان سے باہر ہندوستان کو ایک واحد ملک سمجھا جاتا ہے۔ کسی فاتح نے خود کو اس وقت تک محفوظ نہیں سمجھا جبکہ اس نے پورے ملک پر قبضہ نہ کر لیا ہو۔ کسی دیسی فرمانروا نے اپنی سلطنت کو مکمل خیال کیا جبتک کہ اس نے اس پورے قدیم ملک پر اپنا تسلط نہ جمایا ہندوستان کی تاریخ کے وہی دور سب سے زیادہ بار آور ہیں جن میں ہندوستان ایک ہی حکومت کے تحت میں متحد تھا! خواہ وہ قدیم موریہ یا گپتا خاندان کے تحت میں ہو یا مغلوں کے تحت میں۔ اگرچہ موجودہ غیر ملکی حکمرانی نے ہندوستان کی فطری قابلیت کو ایک غیر فطری اجنبی تعلیم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے سسٹم سے، اور اختراعی کاموں کے تمام مواقع کی محرومی سے، سخت نقصان پہنچایا ہے، تاہم ایک واحد اور مشترک "بدانتظامی" بھی خیال و عمل کے اکثر میدانوں میں تخلیقی قوت کی پیداوار کا باعث ہوئی ہے۔ ہندوستان میں ایک دور جدید بھی آگیا ہے۔ ایسی حالت میں ہندوستان کو ہندو اور مسلم دو قوموں میں منقسم سمجھنا ایک رجعت پسندانہ فعل اور پیچھے کی طرف ہٹنے کا عمل ہے۔ خود میرے پوتے اور پوتیاں سندھ میں ہیں جو مسلمان ہیں۔ وہ مجھ سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسے میرے ہندو پوتے پوتیاں محبت کرتے ہیں۔ میں یہ خیال بھی نہیں کر سکتا کہ میں ایک ہندو اور ہندوستانی کی حیثیت سے اور وہ لوگ مسلمانوں کی حیثیت سے مختلف قومیت کے افراد ہیں۔ انہیں سے ایک نے جو ایک خوبصورت چھوٹی دولہن ہے۔ مجھے پچھلے دنوں یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "ہم آپکو وہ سب سے بڑا اعزاز حاصل کرنے پر جس کی آرزو کسی ہندوستانی کو ہو سکتی ہے مخلصانہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ آپ بڑی مدت تک امتیازی حیثیت اور خدمت کے ساتھ کانگریس کی گدی کو زینت بخشیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم پکے مسلم لیگی ہیں، لیکن ہم دعا کرتے ہیں کہ کانگریس اور مسلم لیگ میں سمجھوتہ ہو جائے"۔

اس سلسلہ میں میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اس عہدے پر اپنے پیش رو کے الفاظ دہرانا چاہتا ہوں۔ مولانا صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا تھا۔ "ہم ہندوستانی مسلمان کیا مستقبل کے آزاد ہندوستان کو شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں یا ہمت و اعتماد کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں ..... مستقبل کے لئے کوئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

موجودہ اعلان، کوئی آئینی تحفظ ہمارے شکوک و شبہات کا علاج نہیں ہو سکتا۔ ایسی حالت میں ہم تیسری طاقت کی موجودگی کو برداشت کرنے پر مجبور ہونگے۔ یہ تیسری طاقت اس وقت بھی یہاں مضبوطی سے موجود ہے اور واپس جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ اور اگر ہم خوف و شبہ کا راستہ اختیار کرتے ہیں تو ہمیں اسی کی طرف نگاہ رکھنی پڑتی ہے۔ لیکن اگر ہمیں یقین ہے کہ ہمارے لئے خوف و شبہ کی کوئی جگہ نہیں ہے، اور ہمیں مستقبل کو ہمت و اعتماد کی نگاہوں سے دیکھنا ہے تو ہمارا راستہ بالکل صاف ہو جاتا ہے ہم خود کو ایک نئی دنیا میں پاتے ہیں جو شک اور تذبذب کی بے عملی اور مایوسی کے تاریک سایوں سے بالکل پاک ہے اور جہاں اعتماد اور قوت ارادی، عمل اور جوشِ عمل کی روشنی کبھی نہیں بجھتی"۔ تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں اس میں صرف اتنا اضافہ کروں گا کہ اعتماد اور ارادے کی کمی نے اسلام کو باعظمت نہیں بنایا۔ آج ہندوستان میں مسلم لیگ خوف اور شبہ کا درس دیتی ہے اور پوری مسلم جماعت کو اس سے متاثر کرتی ہے۔ جب مسلمان ہندوستان میں پہاڑوں کی دوسری سمت سے آئے تھے، تو وہ صرف چند ہزار کی تعداد میں تھے، لیکن وہ کروڑوں ہندوؤں سے خوف زدہ نہ تھے وہ اپنے عقیدہ اور جوشِ عمل کی طاقت لیکر آئے تھے۔ آج وہ ہندوستان کی آبادی کا چوتھا حصہ ہیں۔ یہ کہنا غلط ہے کہ وہ اقلیت میں ہیں۔ جیسا کہ مولانا صاحب نے صحیح طور پر فرمایا تھا ہندوستانی سیاسیات کی ترکیب میں اس سے زیادہ حقیقت سے بعید کوئی بات نہیں ہے کہ ہندوستانی مسلمان ایک سیاسی اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں سیاسی اعتبار سے اقلیت کا لفظ ایک ایسی جماعت کے معنی نہیں دیتا جو تعداد میں کم ہو اس لئے مخصوص تحفظ کی مستحق ہو۔ اس کے معنی ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اسکے معنی ایسی جماعت کے ہیں جو تعداد میں اتنی قلیل ہو اور قوت عطا کرنیوالے اوصاف سے اسقدر محروم ہو کہ اسکو اپنے چاروں طرف کی بہت بڑی جماعتوں سے خود اپنی حفاظت کرنے کیلئے اپنی صلاحیت پر بھروسہ نہ ہو.... اس طرح یہ محض تعداد کا سوال نہیں ہے، اس میں دوسرے عناصر بھی اہمیت رکھتے ہیں.... گیارہ صوبوں میں سے چار صوبوں میں مسلم اکثریت موجود ہے اگر برطانی بلوچستان بھی شامل کر دیا جائے تو مسلم اکثریت کے پانچ صوبے ہو جاتے ہیں اگر ہم اس وقت ہم مذہبی جماعت ہندی کی بنیاد پر اس سوال پر غور کرنے کیلئے مجبور ہوں، جب بھی مسلمانوں کی پوزیشن صرف اقلیت کی نہیں ہے۔ اگر وہ سات صوبوں میں اقلیت میں ہیں تو پانچ صوبوں میں اکثریت میں ہیں ایسی صورت میں اسکا قطعاً کوئی سبب نہیں ہے کہ وہ اقلیت میں ہونیکے احساس سے مغلوب ہو جائیں"۔

اسلئے میں یہ نظریہ کہتا ہوں کہ جو ہندو کسی مسلم کو اجنبی یا غیر سمجھتا ہے وہ صرف اپنے مذہب ہی کو نقصان نہیں پہنچاتا، بلکہ وہ ہندوستان کی آزادی اور ترقی کا دشمن ہے اسی طرح اگر مسلمان جو گوشت و پوست کا ایک جزو ہیں ایسا عقیدہ رکھتا ہے یا عمل کرتا ہے جیسے کہ وہ اجنبی یا غیر ہو، تو وہ بھی اپنی جماعت اور پوری قوم کو برابر کا نقصان پہنچاتا ہے۔ ہم میں مذہب کے سوا تقریباً تمام چیزیں مشترک ہیں اور مذہب ایک ذاتی معاملہ ہے مذہب کے سوال پر لڑنا بربریت ہے میں جانتا ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی موجودہ جنگ کوئی مذہبی جنگ نہیں ہے۔ یہ صرف ایک خالص فرقہ دارانہ لڑائی ہے اسکو ان سیاسی اور اقتصادی امور سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو دونوں فرقوں کے عوام کی بہبودی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ عوام الناس چالاک اور اکثر غیر دیانتدار رہنماؤں کے ہاتھوں میں آلۂ کار کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ لیکن اسباب خواہ کچھ بھی ہوں، ہمیں موجودہ کھچاوٹ اور تلخی کی حقیقت کو تسلیم کرنا پڑیگا، اور اپنا راستہ اس طرح نکالنا ہوگا کہ بڑی نزاع سے ہم بچے رہیں۔

میں اپنے انتخاب کے بعد پبلک بیانات میں کہہ چکا ہوں کہ کانگریس کا فرض ہے کہ وہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اقلیتوں کے مطالبات کو مان لے لیکن اس طرح نہیں کہ ان پر قومی مفاد کو قربان کر دیا جائے گذشتہ دلوں میں بات ماننے اور راضی ہو جانے کا ایسا ہی عمل زیادہ تر ہماری موجودہ پریشانیوں کا باعث ہوا ہے۔ مزید برآں جب حقیقتیں متضاد اور الجھن پیدا کرنیوالی ہوں، تو بہترین طریقہ یہی ہے کہ بنیادی اخلاقی اصولوں کی طرف رجوع کیا جائے جب حقیقتیں بالکل صاف اور غیر مشتبہ ہوں تو اصولوں کے متعلق کچھ مصالحت کر لی جا سکتی ہے، فرقہ وارانہ جھگڑے سے جو بنیادی اصول وابستہ ہیں وہ قومیت اور جمہوریت کے ہیں تاریخی اعتبار سے قومیت، فرقہ داری سے بلند تر اصول ہے؛ اور جمہوریت جماعتی اقتدار سے بلند تر ہے اسلئے ہم جو کچھ بھی کریں اسی میں ہمیں قومیت اور جمہوریت کے اصولوں پر فرقہ دارانہ اور غیر جمہوری اصولوں کو فتح حاصل کرنیکی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ اس نظریہ کے رو سے میرا خیال یہ ہے کہ کانگریس کو کبھی جداگانہ انتخابات جو غیر جمہوری اور قومیت کش ہیں قبول نہیں کرنے چاہیئے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم دلیری کے ساتھ جداگانہ انتخابات کا غیر جمہوری اصول ماننے سے انکار کر دیتے تو ہماری بہت سی موجودہ مشکلات پیدا نہ ہوتیں فرقہ دارانہ جھگڑے نے آج صرف سنگین ہی نہیں بلکہ ایک شر انگیز صورت اختیار کر لی ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ موجودہ پریشانی سے بچنے کیلئے ہم ان اصولوں کو تسلیم کر لیں جو قومیت اور جمہوریت کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کرینگے تو نہ صرف قوم کے ساتھ بلکہ بالآخر مسلم اور دوسرے فرقوں کے ساتھ بھی یہ ہماری دغابازی ہوگی۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے بزرگان آئندہ کسی قسم کی قومیت کش اور غیر جمہوری مصالحتوں میں دباؤ یا ترغیب کے باعث پڑ جانے سے خود کو اور ملک کو بچائیں گے۔

چند روز ہوئے میں پوری بنگال اور بہار گیا تھا واقعات کے اظہار میں رکاوٹ سے کام لینا میرے لئے ایک مجرمانہ حرکت ہوگی اور پبلک فرض کو ترک کر دینے کے برابر ہوگا جو لوگ پوربلی بنگال میں کے ساتھ ذمہ دار تھے انہوں نے عوام کو یہ بتلایا تھا کہ پاکستان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طاقت کے ذریعہ قایم کیا جا سکتا ہے۔ اگر عوام کے دماغ میں ایک مرتبہ یہ بات جگہ بنا لیگی کہ فرقہ وارانہ مسئلہ طاقت کے ذریعہ حل کیا جا سکتا ہے تو صرف ہندوستان ہی کیلئے نہیں بلکہ تمام متعلقہ فرقوں کیلئے بہت بڑا دن ہوگا۔ عدم تشدد ایک نیا مسلک ہے۔ اس پر ضرورت سے بہت زیادہ بار نہیں ڈالا جا سکتا۔ موجودہ حالات میں وہ اسی طرح کامیاب ہو سکتا ہے لڑائی کے دو فریق کسی کے ضبط و احتیاط سے کام لیں۔ اگر ایک پارٹی غیر معمولی اور غیر رسمی حربوں کو استعمال کرتی ہے تو دوسری پارٹی بھی اپنے خالص تحفظ کیلئے یا اس سے بھی بدتر یہ کہ انتقام لینے کیلئے انہیں حربوں کو استعمال کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں نے عوام کو تبدیل مذہب پر مجبور کرنے یا جبریہ شادی وغیرہ کا پرچار کیا تھا وہ آگ سے کھیل رہے تھے میں یہاں پر وہ بات دہراؤں گا جو میں نے پوری بنگال سے واپس آنے پر اپنے بیان میں کہی تھی۔ "بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہلاکت ہی وہ سب سے بڑی مصیبت ہے جو انسان پر نازل ہو سکتی ہے۔ لیکن باعزت لوگوں کیلئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ان کو پستول دکھلا کر اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اگر وہ تمام لوگ جو زبردستی تبدیل مذہب پر مجبور کئے گئے ہیں اور وہ تمام عورتیں جنکا اغوا کیا گیا ہے اور جبریہ شادی کی گئی ہے قتل کر دی جاتیں تو طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی بہ نسبت یہ کمتر سانحہ ہوتا۔ میں عدم تشدد پر قطعی عقیدہ رکھنے والا شخص ہوں لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ شرقی بنگال میں لوگوں پر جو دباؤ پڑا ہے اگر مجھ پر پڑتا، میں نہیں جانتا کہ میرے دماغ پر اسکا کیا ردِ عمل ہوتا۔ اگر معقول اور تعلیم یافتہ افراد سخت ترین اشتعال کے وقت، نامطبوع ردِ عمل سے متاثر ہو سکتے ہیں تو ظاہر ہے کہ جماعتیں اور بھی اس سے متاثر ہونگی اسلئے جو بھی تشدد کا پرچار کرتا ہے، اسکی منظوری دیتا ہے یا حوصلہ افزائی کرتا ہے بالخصوص ایسا تشدد جو مشرقی بنگال میں کیا گیا، خواہ وہ فرد ہو یا جماعت ہو، پارٹی ہو یا فرقہ ہو، قوم کو بہت ہی شدید نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ انسانیت کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خلاف کام کرتا ہے۔ اگر ہمارے لئے یہ ناگزیر ہے کہ ہم ایک دوسرے کا گلا کاٹیں تو ہمیں صاف اور ویرانہ طور پر قاتلوں کی طرح ایسا کرنا چاہیئے۔ ایسے ہولناک اور بزدلانہ طریقوں سے نہیں کرنا چاہیئے جو ہمیں درندوں کی سطح تک گرا دیتے ہیں۔

اگر میں فرقوں کو یہ انتباہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ اپنے اختلافات کا تصفیہ کرنے کیلئے تشدد کی ابتدا نہ کریں، تو میں انکو اس امر کی بھی جتا و نی دیتا ہوں کہ جیسا کہ بہار میں ہوا وہ انتقام اور انتقامی حملوں کے طور پر کبھی تشدد استعمال نہ کریں دو برائیاں کبھی ایک دوسرے کو مٹا نہیں سکتیں۔ اور یہ انتقامی جزبین ان لوگوں پر پڑتی ہیں جو بے گناہ ہوتے ہیں خواہ یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ابتدائی حملہ ان لوگوں کے خلاف تھا جو حقیقت میں ضرر پہنچانے والے اور قابل سزا ہوں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ فرقہ دارانہ تشدد میں خواہ وہ اشتعال انگیز ہو یا انتقامی قسم کا ہو صرف غریب اور مجبور لوگ مصیبتوں میں پڑتے ہیں۔ ایسے ہنگاموں کے "مصنفین" ہمیشہ بچکر نکل جاتے ہیں۔ خانہ جنگی میں یا قوموں کے درمیان لڑائیوں میں، تشدد کا بے روک قابل نفرت استعمال صرف اسی میں کامیاب ہوگا کہ ایٹم بم جیسی کوئی چیز پیدا کرے جو ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کو نیست و نابود کرے گی۔

مرکزی حکومت چونکہ بنگال میں کوئی مداخلت نہ کر سکی صوبے عملی طور پر آزاد ہو گئے ان حالات میں بہار کے پڑوسی صوبہ کو یہ اختیار تھا کہ بہاریوں پر کلکتہ میں جو مصیبتیں نازل ہوئی تھیں انکے خلاف احتجاج کرے۔ بہار کی حکومت کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ پوری بنگال میں ہندوؤں پر جو مظالم ہوئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حکومت کی چشم پوشی سے ہوئے انکے خلاف بنگال کی حکومت کو یہ انتباہ دیتی کہ اسکے بازاثر کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ حکومت بنگال کو یہ بات صاف طور پر بتلا سکتی تھی بہار کے ہندو بنگال میں اپنے ہم مذہبوں کے حشر پر سخت ترین ہیجان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں مبتلا ہو گئے ہیں اور بہتریں خواہشات کے باوجود بھی، حکومت شاید اس لائق نہ ہو سکے کہ اگر لوگوں کے جذبات ایک خاص حد سے گذر جائیں تو وہ صورت حال پر قابو رکھ سکے۔ بہار کے ہندوؤں کو چاہئے تھا کہ اس پراپیگنڈا کرتے اور اپنی حکومت پر زور دیتے کہ وہ یہ رویہ اختیار کرے یہ ایک مناسب اور آئینی طریقہ ہوتا۔ اگر مرکز صوبوں کے اندرونی تحفظ کے لئے ذمہ داری لینے میں ناکامیاب رہے، تو میری صاف رائے یہ ہے کہ صوبوں کی عمومی حکومتوں کو ان معاملات پر آپس میں تصفیہ کرنا چاہئے۔ اگر وہ ایسا کرینگے تو قرینہ ہے کہ وہ ایک بہتر انتظام کی منزل تک پہنچ سکیں گی، بہ نسبت اسکے کہ فرقے خود قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں اور انتقامی کارروائیاں کرنے لگیں۔

ہر حالت میں تشدد ایک بدنما اور بے نتیجہ چیز ہے۔ لیکن ایک جم غفیر کا غیر منظم اور مجنونانہ تشدد بہت زیادہ بے نتیجہ ہوتا ہے یہ اسی کا ذکر ہلاکت میں ڈالتا ہے جس کے نام پر اسکو ابھارا جاتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ اگر اشتعال اور انتقام کی یہ ہلاکت آفرینی جاری رہی تو مسلم لیگ کی لیڈری اگر اپنے پیروؤں کو روکنے کا بھی فیصلہ کرے جب بھی انپر قابو حاصل نہیں کر سکے گی اور یہ صورت کانگریس کی بھی ہو گئی اگرچہ کانگریس نے لوگوں تشدد کے اس جنون سے بچانے کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ اگر ایسا ہی واقعہ پیش آیا تو ہندوستان فرقہ دارانہ تعصب رکھنے والے پاگلوں کے دو کیمپوں میں تقسیم ہو جائیگا، اور اہل برطانیہ اپنی سنگینوں سے دونوں کی نگرانی کرینگے ہندوستان کی آزادی کا دن غیر معین مدت کے لئے ملتوی ہو جائے گا۔

اگر ہمیں آزادی کے لائق دوشایان بننا ہے تو ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مل کر رہنا اور ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرنا سیکھنا چاہیئے۔ ہندو اور اقلیتیں سارے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پولیس اور فوج کی حفاظت کی کوئی مقدار بھی انکو اکثریت والے فرقوں کے غیض و غضب سے مستقل اور موثر طور پر نہیں بچا سکتی، اگر موخر الذکر اقلیتوں کے سلسلہ میں اپنی تمام اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس ترک کر دیں۔ اگر کسی ہندو کی زندگی، ملکیت اور عزت مسلم اکثریت کے صوبہ میں محفوظ نہیں ہے اور کسی مسلم کی زندگی، ملکیت اور عزت ہندو اکثریت کے صوبے میں محفوظ نہیں ہے تو متحدن زندگی ایک ناممکن چیز بن جائے گی۔ یہاں تک کہ مسٹر جناح کا خواب پاکستان بھی، اگرچہ اسی نے اس مسئلہ کو موجودہ نوعیت کا بنا دیا ہے اسکے حل کے کوئی آثار پیدا نہیں کرتا، کیونکہ یہ اقلیتوں کو وہیں وہیں پر چھوڑ دیتا ہے جہاں پر وہ اب ہیں۔ اگر کوئی اسکیم میں یہ نقطۂ نظر ہوتا کہ پوری پوری آبادیوں کو ادھر سے اُدھر منتقل کر دیا جائے۔ اور مسلمانوں کو ایک ایسے سالم اور باہمد گر پیوستہ علاقہ میں رکھا جائے جہاں کوئی بھی ہندو یا سکھ یا عیسائی یا پارسی باقی نہ رہے اور خود مسلمان بھی ہندوستان کے کسی علاقہ میں باقی نہ رہیں تو البتہ اس اسکیم کو اس مسئلہ کا کم از کم ایک منطقی حل سمجھا جا سکتا تھا، خواہ اس پر عمل کرنا کتنا ہنگامہ انگیز اور غیر انسانی ہو۔ اگر مسلمانوں اپنا خاص دینی "اسٹیٹ" رکھنا ہی ہے تو ظاہر ہے کہ اس حالت میں ان کو اس امر کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی مملکت میں ہندوؤں، سکھوں، اور دوسری اقلیتوں پر اپنے عائد کریں۔ ان اقلیتوں کو بھی خود اختیاری فیصلہ کا وہی حق حاصل ہے جس کا مطالبہ مسلمان اپنے پورے ہندوستان میں کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی ہندوستان سے معقولیت کے ساتھ یہ توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے درمیان ایسی آبادی کے بڑے حصّوں کو جگہ دے جو کھلے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طور پر اس مملکت میں شہری حق کو مستردکرتے ہیں۔ اگر مسلم لیگ مذہبی اور فرقہ دارانہ بنیادوں پر پاکستان طلب کرتی ہے، تو وہ ان تمام مفہومات اور نتیجوں کا مقابلہ کرے اور یہ کوشش نہ کرے کہ کیک کو کھا بھی جائے اور اپنے پاس بھی رکھے۔ یہ ایک ہیبت ناک حل ہے جو آخر کار مسلمانوں کے مفادات کو بھی اتنا ہی نقصان پہنچائے گا جتنا کہ ہندوؤں کے مفادات کو، لیکن لیگ اپنے پیروؤں کو جس زہر آلود فرقہ داری سے متاثر کر رہی ہے اور جس نے ایک مشترک متمدن زندگی کو مشکل بنا دیا ہے اس کا منطقی نتیجہ یہی ہے لیکن اب ہمیں کسی صورت بھی فرقہ دارانہ نزاع کو اپنی قومی اور منظم زندگی کو تباہ و برباد کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے کسی حالت میں بھی ہمیں خود کو آبادی کے ایک حصہ کے دھونس یا دباؤ سے اس امر پر مجبور نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم دوسروں کے جائز حقوق کو قربان کر دیں۔

بہر حال میں امید کرتا ہوں کہ دونوں فرقوں کے متعصب لوگوں کے لیڈر زیادہ معقولیت اور انسانیت سے کام لینگے اور ایسے خطرناک اور ازمنہ وسطےٰ کے ذرائع اختیار نہیں کرینگے اور اس مسئلہ کا حل آسان ہے اگر ہم صرف اس کھلی ہوئی حقیقت کو تسلیم کر لیں کہ اگر ہندوستان میں دو قومیں موجود ہیں تو دونوں کی دونوں اقتصادی لوٹ کی شکار ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کا ایک مشترک دشمن موجود ہے اور یہ دشمن افلاس بیماری اور بے علمی ہے۔ اگر ہم صرف اپنی اصلیت کو سمجھ لیں تو ہم میں کوئی جھگڑا نہیں ہو سکتا۔

میں نے اس نکتہ میں زیادہ تفصیل سے اسلئے کام لیا ہے کہ ہماری آزادی اور ترقی کی راہ میں یہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اب بھی جبکہ بہت سا وقت گذر چکا ہے، اور اب جبکہ مسلم لیگ مرکزی حکومت میں شریک ہے اور کانگریس کے ساتھ ذمہ داریوں میں حصہ لے رہی ہے میں امید کرتا ہوں کہ کلکتہ، پوربی بنگال، اور بہار کے ہولناک ہنگامے اور دوسری جگہوں کے چھوٹے چھوٹے ہنگامے گذشتہ زمانہ کا خواب پریشان اور گئی گذری بات ہو جائے گی اور اب ہم ایک مشترک مادر وطن کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اولاد کی حیثیت سے برادرانہ محبت اور اتحاد عمل کی ایک نیا باب سادہ صفحہ پر تحریر کرینگے۔

ہندوستانی ریاستیں

اگر ہندو مسلم سوال ہمارے لئے ایک دردسر ہے تو ہندوستانی ریاستوں کا مسئلہ بھی اس سے کم تکلیف دہ نہیں ہے۔ لیکن فرقہ دارانہ مسئلہ کی طرح ریاستی مسئلہ کا حل بھی آسان ہے اگر ہم ٹکڑوں یا فرقوں کا خیال اپنے دل میں نہ لائیں بلکہ پورے ہندوستان کو اپنے ذہن میں رکھیں۔ والیان ریاست کو یہ محسوس کر لینا چاہئے کہ ہندوستان کبھی نصف آزاد اور نصف غلام نہیں رہ سکتا، اور یہ کہ آزاد ہندوستان میں وہ اپنی موجودہ حالات میں باقی نہیں رہ سکتے اور نہ اپنا کاروبار چلا سکتے ہیں۔ آج ایک غیر ملکی حکومت ان کی طاقت کی پشت پناہی کرتی ہے تاکہ انکو وہ اپنے سامراجی مقاصد کے لئے استعمال کرے جہاں اس کا یہ مقصد پورا نہیں ہوتا وہ ان کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرتی ہے ہندوستانی والیان ریاست کو پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے احکام کے مطابق اپنا ضمیر بدلنا ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اپنی رعایا کی بہبودی کے امانت دار ہو سکتے تھے ایک غیر ملکی طاقت کے ہاتھوں کا کھلونا بن گئے ہیں۔ ان حالات میں انکے بلند آہنگ خطابات اور ان کی قدیمانہ شان و شوکت کے ساز و سامان بدنما بے اصل اور مضحکہ انگیز معلوم ہوتے ہیں۔ انکے ادہام کے مطابق ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے جو کثیر ضرر رساں بھی ہوتی ہیں۔ ان مصرفانہ ذاتی اور خاندانی اخراجات ان عوام کو زیادہ مفلس بناتا ہے جو اب بھی تنگ دست ہیں اور شہریت کے ابتدائے حقوق تک سے محروم ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریاستوں کی رعایا کو ایک "دو آتشہ" غلامی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ وہ آقا جو ان کو پریشان کرتے ہیں خود بھی غلام ہیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان آقاؤں کو اپنی زنجیریں اس لئے پسند ہیں کہ انہیں ایک ذلت آمیز آرام و عیش کی زندگی بسر کرنے کے لائق بناتی ہیں۔ اگر وہ خود اپنے ذاتی مفاد کو سمجھتے تو وہ تیزی سے بجھتی ہوئی شہنشاہیت کی غیر مستقل امداد پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنی آزاد مسرور اور خوش حال رعایا کی محبتوں پر اعتماد کرتے۔ سیاسی ہندوستان کو ان کے وجود پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ لوگ ایک جمہوری اور آئینی فرمانروا کی حیثیت سے رہیں اور کام کریں۔ اس میں وہ اپنے رسمی بڑے آقا بادشاہ انگلستان سے سبق لے سکتے ہیں۔ ان سے محبت اور ان کا احترام اس لئے کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حکمرانی ترک کر دی ہے چونکہ وہ اپنی رعایا کی مرضی کے مطابق عمل کرتے ہیں وہ ایک بادشاہ کی حیثیت سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے"۔ ان کی بادشاہی صرف ایک علامت ہے ایسی قوم کے اتحاد و عظمت کی جو اپنے معاملات کا انتظام کرنے میں بالکل آزاد ہے۔ اس لئے وہ اپنی قوم کی اقتصادیات میں ایک باعزت فرض ادا کرتے ہیں۔ سابق بادشاہ جو اب ڈیوک آف ونڈسر ہیں اپنی شادی جیسے ایک ذاتی معاملہ تک میں اپنی رعایا کے منتخب نمائندوں کی بات نہ اٹھا سکے۔ ہندوستانی والیانِ ریاست کو بھی اس اسپرٹ میں کام کرنا چاہئے۔ ایسی حالت میں ان کے سامنے پُرامن اور وطن پرستانہ خدمتوں کی ایک طویل زندگی موجود ہوگی۔

اگر یہ تمام باتیں سچی ہوئیں اور یقیناً سچی ہیں، تو کشمیر دربار نے اپنی پچھلی کارروائیوں میں معقولیت سے کام نہیں لیا ہے۔ اس نے والیانِ ریاست کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جماعت کو ایک کھلا ہوا نقصان پہنچایا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو جیسے شخص کی توہین کرکے، جو خود انسانوں میں ایک شاہزادے کی حیثیت رکھتے ہیں، کشمیر کے گورنر ان نے پوری ہندوستانی قوم کی توہین کی ہے۔ یہ امر بھی کم افسوسناک نہیں ہے کہ حیدرآباد، جسے ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہونے کا دعوے ہے، اپنی رعایا کو شہریت کے وہ ابتدائی حقوق بھی عطا نہ کرے جو برطانی امپیریلزم تک عطا کرنے پر مجبور رہے۔ ہندوستان کے باشندے جن میں ریاستوں کے باشندے بھی شامل ہیں، والیانِ ریاست سے جو کچھ طلب کرتے ہیں وہ خالی الفاظ نہیں ہیں جو درباروں میں اور ایوانِ والیان ریاست میں استعمال کئے جاتے ہیں، بلکہ ان کی رعایا کی آزادی کے لئے جو ان کی مطلق العنانہ فرمانروائی کے بارے دبی جارہی ہے۔ کوئی عملی کارنامہ ہے۔ چاہیئے کہ ان کی طاقت و عظمت ان کی آزاد اور خوشحال رعایا کی مسرتوں سے پیدا ہو۔ یہ ان کی زندگی کا ایک شاندار مقصد ہے، جو ان کے موجودہ عیش و نشاط کی زندگی اور سامراجی غلامی سے کہیں زیادہ بلند و بہتر ہے۔ اس میں وہ ریاست اودھ کے فرمانروا کی مثال کی تقلید کرسکتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی رعایا کو ان کے جائز حقوق دے کر خود کو ان کا محبوب بنا لیا ہے۔

چھوت چھات کا زہر

ہماری قوم کی آزادی اور ترقی کی راہ میں چھوت چھات کا زہر بھی کوئی کم رکاوٹ نہیں ہے۔ اس کا تعلق صرف ہندو فرقہ سے ہے۔ لیکن یہ اتنا پرانا اور ایسا غیر انسانی رواج ہے کہ اگر یہ جاری رہا تو اس کا زہر ہماری پوری قومی زندگی کو زہریلا بنا دیگا۔ آزادی اور برابری کے لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمارے مطالبہ کا زور کم ہو جاتا ہے جب ہم خود اپنی سوسائٹی میں عدم مساوات کی سخت ترین زہریلی اور سخت ترین ذلت آمیز شکل کو برداشت کرتے ہیں۔ یہ حقیقت کہ یورپین ممالک اور سفید فام نوآبادیوں میں ہم سے اچھوتوں جیسا سلوک کیا جاتا ہے میرے خیال میں قدرت کا انتقام ہے، جو ہم پر اس کے ایک بنیادی قانون یعنی انسانی برابری کو توڑنے پر نازل ہوا ہے مجھے یقین ہے کہ ہمارے مصلح نے ہندو فرقہ کی ضمیر کو اس برائی کے خلاف اتنا کافی بیدار کر دیا ہے کہ اس کے انسداد کے لئے قانونی ذریعہ اختیار کیا جا سکتا ہے صوبجاتی حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ چھوت چھات کے پبلک اظہار کو جرم قرار دے کوئی پبلک مقام، خواہ وہ سڑک ہو، یا کلب ہو، یا تفریح یا تعلیم کی جگہ ہو۔ یا کھانے پینے کی جگہ ہو۔ ہمارے ہریجن بھائیوں کے لئے بند نہیں ہونا چاہئے۔ مزید برآں میرا خیال ہے کہ صوبجاتی حکومتوں کو یہ قانون بنانا چاہئے کہ کسی خاص مندر میں جب پجاریوں کی اکثریت یہ خواہش ظاہر کرے کہ اس مندر کو ہریجنوں کیلئے کھول دیا جائے تو اسے کھول دیا جائیگا۔ دوسرے طریقہ پر بھی ہریجنوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہئے تاکہ وہ نام نہاد اونچے ذات کے ہندوؤں کے ساتھ برابری کی جگہ حاصل کریں۔ یہ برابری مکمل ہونی چاہئے۔ ذاتی طور پر میں ایک ایسی سوسائٹی پر عقیدہ رکھتا ہوں جو عدم تشدد کے ذریعہ جماعتی اور ذات پات کے امتیازات سے پاک کر دی گئی ہو۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ تشدد یقیناً نئی نئی ذات پات اور نئی نئی جماعتیں پیدا کرتا رہے گا۔ یہ جماعت بندیاں جسمانی اور نفسیاتی تشدد ہی کی پیداوار ہیں۔ برابری اور جمہوریت کے معنی بھی وہی ہیں جو عدم تشدد کے ہیں۔

طاقت کی سیاسیات

ہمارے گر جانے کے لئے دوسرے گڑھے بھی ہیں جن سے ہمیں بچنا پڑیگا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہماری جدوجہد کے دوران میں ہمارا مقابلہ خدمت مصیبت اور قربانی کے میدان میں ہوا ہے۔ اب جبکہ طاقت اور سرپرستی کے مقامات ہمارے لئے دستیاب ہیں، ہمیں اس زینے کو ٹھکرانا نہیں چاہئے جس کے ذریعہ ہم ان مقامات تک چڑھے ہیں۔ کسی ایسے ملک میں جہاں آزادی بہت دنوں سے قائم ہو، طاقت کی سیاسیات اس قدر جلد اور اتنی آسانی سے قوم کو پستی میں نہیں لے جاسکتی کہ وہ تباہی کے قریب پہنچ جائے۔ لیکن ایک ایسے ملک میں جہاں سیاسی آزادی ابھی مکمل طور پر حاصل بھی نہیں ہوئی ہے، بلکہ ابھی ترازو کے پلّے میں لٹک رہی ہے۔ کوئی بھی غلط قدم نہایت تباہ کن ثابت ہوسکتا ہے۔ طاقت کی سیاسیات ہماری قومی زندگی کی اس منزل میں یقیناً ہمیں تباہ کردیگی۔ مزید برآں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ابھی بہت سے محنت طلب تعمیری کام باقی ہیں جو اسی حالت میں انجام پاسکتے ہیں جبکہ ہم خود کو ہندوستان کے کروڑوں محنت کش اور فاقہ کش لوگوں کا ناچیز خادم سمجھیں۔ امانت، طاقت اور ذمہ داری کی ہر پوزیشن کو خدمت کے لئے ہونا چاہئے نہ خود اپنی سرپرستی، اپنی ترقی اور غرور کے لئے۔ اور ہم جبکہ بلند درجوں پر ہوں، ہمیں مسلک ذات پات اور خاندان کا خیال اپنے ذہن میں نہیں لانا چاہئے بلکہ صرف کارکردگی اور قابلیت کا خیال کرنا چاہئے۔ پبلک خادموں کی حیثیت سے ہمارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ دشمن ہے۔ اگر قابلیت اور ملک کی وفادارانہ خدمت اور فرض شناسی کے اوصاف موجود ہوں تو پرانے تعصبات اور اختلافات کا کوئی اثر نہیں ہونا چاہئے۔ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ ہر پبلک پوزیشن میں ہم پورے ضمیر کے ساتھ دیانتدار ہوں اور شک وشبہ سے بالاتر ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آئین ساز اسمبلی

ہم جلد ہی آزاد ہندوستان کا آئین بنانے کیلئے آئین ساز اسمبلی میں جمع ہونگے۔ یہ آئین ایک جمہوری آئین ہوگا اور وفاقی نوعیت کا ہوگا۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ انتظامی اور اقتصادی دونوں میدانوں میں وہ مرکزیت جو قطعی ضرورت سے زیادہ ہو، آزادی کی سخت منافی ہے۔ اسلئے یہ اچھا ہے کہ آزاد ہندوستان کے صوبے صرف خارجی و داخلی تحفظ کی شرط کیساتھ زیادہ سے زیادہ خود مختار ہونگے۔ لیکن ہمارے بعض صوبے اتنے بڑے ہیں کہ یورپ کے ممالک کے برابر ہیں۔ اسلئے خود صوبوں کے نظم و نسق میں بھی ضرورت سے زیادہ مرکزیت ہوسکتی ہے جسے ہمیں بچنا چاہئے۔ بہت پرانے زمانے میں دانایانِ ہند نے دیہاتی اور مقامی پنچایتیں قائم کی تھیں۔ بہت سے پُرشور زمانوں میں یہی ہماری حفاظت کا قلعہ تھا۔ بادشاہ اور بادشاہی کرنیوالے خاندان لڑتے جھگڑتے رہے۔ سلطنتیں پیدا ہوئیں حکمرانی کرتی رہیں، پھر بد انتظامی کرکے لاپتہ ہوگئیں۔ مگر دیہاتی زندگی نے میدان جنگ سے اور ترقی و زوال پذیر سلطنتوں سے دُور اپنی شکل قائم رکھی۔ دیہاتیوں کے پاس ایک "دیہاتی سلطنت" تھی جو اس کی جان اور مال کی حفاظت کرتی تھی اور متمدن زندگی کو ممکن بناتی تھی۔ رفتہ رفتہ ہیں چھوٹے چھوٹے فوجداری و دیوانی مقدمات کے فیصلہ کے اختیارات بھی دیہاتی پنچایتوں کو عطا کرنے ہوں گے۔ مقامی پولیس بھی مقامی پنچایت کے تحت میں رکھی جا سکتی ہے۔ اگر ہم حکومت خود اختیاری کی اس دیہاتی "اکائی" پر اپنی عمارت بنائینگے اور اسکو ترقی دیکر موجودہ حالات کے مطابق کردینگے، تو ہم اپنے لوگوں کی عقل و ذہانت سے کام لینگے۔ یہی قدرتی اور آسان طریقہ ہے۔ صرف مغرب کی تقلید کرنا ہمارا مقصد نہیں ہونا چاہئے ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ مغرب نے جمہوریت کو بالخصوص بڑے ممالک میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بہت پیچیدہ اور مہنگا بنا دیا ہے۔ مغرب ہی نے دفتری لال فیتہ ایجاد کیا ہے جو جمہوری مشین کو بھاری اور سُست بنا دیتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ نئے آئین میں ان تمام خرابیوں کو دُور کر دیں۔

ہمارا عدالتی سسٹم بھی سادہ اور موثر ہونا چاہیئے۔ قانون کی روایتی تاخیر اور اخراجات اور پیچیدگی دُور ہونی چاہیئے۔ مزید برآں شہری آزادیوں کو برتنے کیلئے بھی کافی موافق نئے آئین میں ہونے چاہئیں۔ انکی ایک جمہوری اور نمائندہ حکومت کی مطلق العنانہ دست برد سے بھی محفوظ ہونا چاہیئے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ طاقت ایسی چیز ہے جو عہدوں پر محب وطن حضرات کو بھی بداخلاق بنا دیتی ہے۔ اقلیتوں کے تحفظ کیلئے بھی ملک کے وسیع تر مفادات کی شرط کیساتھ پُورا انتظام ہونا چاہیئے۔ انکی زبان اور انکی تہذیب کو ترقی کا پُورا میدان ملنا چاہیئے عقیدہ اور مذہب کے معاملات میں پُوری رواداری ہونی چاہیئے ہر فرد اور ہر جماعت کو امن اور پبلک اخلاق کی شرط کے ماتحت اپنے خیالات کے پرچار کی آزادی ہونی چاہیئے۔

ہندوستان اور دُنیا

کانگریس نے بہت دنوں سے بین الاقوامی واقعات میں دلچسپی لی ہے۔ ہم بھی ان واقعات سے متاثر ہوئے ہیں اور آج دنیا کا کوئی ملک بیرونی حالات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہماری قومی تحریک چونکہ عدم تشدد پر مبنی ہے اسلئے ہم ہمیشہ بین الاقوامی "ترک اسلحہ" اور امن اور اتحاد عمل اور کھلی ڈپلومیسی کے حق میں رہے ہیں۔ اپنی مصیبتوں سے ہمنے یہ سمجھ لیا ہے کہ ایک محکوم قوم کیلئے جارحانہ کارروائی کیا معنی رکھتی ہے غیر ملکی حکمرانی کی سخت و بیرحم ضرورتوں نے ہمیں سکھلا دیا ہے کہ ہم بین الاقوامی امن و نیک نیتی کی قدر کریں ہمیں اُمید ہے کہ یہ سبق جو مصیبت کے زمانے میں سیکھے گئے ہیں۔ پوری آزادی حاصل کرنیکے بعد بہتر اور زیادہ مسرت انگیز زمانے میں بھی فراموش نہیں کئے جائیں گے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہم دُنیا کے ایک ایسے نئے دَور پر عقیدہ رکھتے ہیں جو نیک نیتی اور اتحادِ عمل پر مبنی ہو۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مقاصد ایک ایسے بین الاقوامی آرگنائزیشن سے حاصل ہو سکتے ہیں جو آزاد اور برابر قوموں پر مشتمل ہو۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جبتک امپریلزم موجود ہے، امن کیلئے خواہ کوئی بھی بین الاقوامی آرگنائزیشن بنایا جائے وہ یقیناً طاقتور اور ضمیر فروش قوموں کے حرص و ہوس کے آلۂ کار میں تبدیل کر دیا جائیگا۔ وہ برابری، انصاف اور دیانتداری پر نہیں بلکہ چند طاقتور قوموں کی مجموعی قوت پر مبنی ہوگا۔ ہمیشہ بڑی تین طاقتیں، یا چار یا پانچ طاقتیں موجود رہیں گی۔ معمولی چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح بین الاقوامی چور اور ڈاکو بھی جلد یا بہ دیر آپس میں جھگڑنا شروع کر دینگے اور جب یہ لوگ ایسا کرتے ہیں تو دُنیا کی بنیادوں کو ہلا دیتے ہیں، جیسا کہ وہ گذشتہ تیس سال میں دو مرتبہ کر چکے ہیں۔ جبتک دنیا میں محکوم قومیں ہونگی اسوقت تک نزاع و جنگ بھی موجود رہیگی۔ مزید برآں ہمارا عقیدہ ہے کہ جمہوریت کی کسی بین الاقوامی آرگنائزیشن کا اطمینان و کامیابی سے عمل کرنا بھی صرف خارجی اور اداراتی انتظامات کا سوال نہیں ہے۔ قانون و آئین، بین الاقوامی عدالتیں اور فوجیں اپنی حد تک اچھی ہیں۔ لیکن جس طرح انسانی جذبات کو ایک اندرونی خود ضبطی کے ذریعہ روکنا ہوتا ہے، اسی طرح یہ ضرور ہے کہ قوموں کے جذبات اور حرص و ہوس کو بھی کسی بیرونی ترکیب کی کامیابی سے پہلے قلب کی منظم اصلاح کے ذریعہ روکنا چاہیئے۔ انسانوں کو یہ سیکھنا چاہیئے کہ وہ صرف ایسے رہنماؤں اور سیاست دانوں کی عزت کریں جو پُر امن اور مفید مقابلہ کی طرف لوگوں کو لیجائیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو طاقت دولت، امپائر اور اقتدار کی رنگین تصویریں ان کے سامنے رکھ کر لوگوں کے جذبات اور حرص و ہوس کو اُبھارتے ہیں۔ جب ایسا کیا جائیگا اور قومیں ایکدوسرے کے ساتھ اپنے کاروبار میں دیانتدار، انصاف پسند اور حق پسند بننے کی خواہش پیدا کرینگی، تو آئین و قانون کی خارجی مشینوں کو مرتب کرنا اور عمل میں لانا مشکل نہ ہوگا۔ ہندوستان اقوام کی ایک سوسائٹی کے حق میں ہے جس میں ہر ملک خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اہم ہو یا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

غیر اہم ہو، آزاد ہو یا بین الاقوامی سرپرستی میں ہو، ایک جمہوریت میں ایک ووٹ رکھتا ہو۔ جس طرح داخلی سیاسیات میں ہم ایک یا کئی شخص کی ڈکٹیٹری کے خلاف ہیں، اسی طرح بین الاقوامی سیاسیات میں ہم یہ نہیں چاہتے کہ کسی ایک طاقتور قوم یا ان چند قوموں کے مجموعہ کو ڈکٹیٹری کا اختیار حاصل ہو۔ ایسی دنیا میں غیر مساوی بین الاقوامی حیثیت رکھنے والی قوموں سے بھری ہو، جمہوری اداروں کا قائم رکھنا بہت دشوار ہے۔

اس وقت بھی جبکہ جنگ جاری تھی، اتحادیوں نے عملی میدان میں ان بنیادی آزادیوں کو ترک کر دیا تھا جن کا وہ جنگ کے سلسلہ میں شور مچا رہے تھے۔ اخلاقی اصولوں کی ہر خلاف ورزی کیلئے جنگ کا بہانہ پیش کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اب بھی جبکہ جنگ ختم ہو گئی ہے بنیادی آزادیاں پہلے کی طرح مُردہ پیدا ہونے والے بچہ کی صورت میں ہے۔ امن کی کانفرنس ذرا بھی پُرامن نہیں ہے۔ اور یونائیٹڈ نیشنز آرگنائزیشن ذرا بھی "یونائیٹڈ" یعنی آپس میں متفق نہیں ہے۔ تمام قوموں کے اعصاب میں کھنچاؤ موجود ہے اور ان کے خیالات میں ایک تیسری عالمگیر لڑائی کا خوف موجود ہے۔ دُنیا کی بڑی قومیں جن خیالات میں پڑی ہوئی ہیں وہ یہ نہیں ہیں کہ جنگ کے اسباب کو کیونکر دُور کیا جائے۔ بلکہ یہ ہیں زیادہ بڑا اور زیادہ بہتر ایٹم بم کیونکر بنایا جائے۔ یہ حقیقت پہلے ہی سے صاف ہونی چاہئے تھی۔ کہ ایٹم کی طاقت تباہ کاری کے کاموں کے لئے دستیاب ہوئے بغیر صرف پُرامن مقصد کے لئے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ آج ماہروں نے اپنا یہی خیال ظاہر کر دیا ہے۔ اگر اس طاقت کے استعمال کو کسی طرح ممنوع قرار نہیں دیا جائیگا تو موجودہ قومی رقابتوں اور حرص و ہوس اور انتقامی خیالات کی حالت میں صرف دُنیا کے امن ہی کو خطرہ نہیں ہے، بلکہ اس سیارے پر انسانی نسل کے وجود کو بھی خطرہ ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شکست خوردہ قوموں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا ہے اس سے خوف، غصّہ اور انتقام کا نشان باقی رہ گیا ہے۔ سماج کو نقصان پہنچانے والے شخص کے لئے سزا اور انتقام اس کی اصلاح کا سب سے زیادہ متمدن طریقہ نہیں ہے۔ جو بات فرد کے لئے صحیح ہے وہی قوموں کے لئے بھی صحیح ہے اگر فرد کے لئے یہ غیر منصفانہ اور غیر انسانی بات ہے کہ باپ کے گناہ کا بدلہ بیٹے سے لیا جائے تو جماعتوں کے لئے یہ اور بھی بُرا ہے کہ انسانوں کی ایک پشت کا بدلہ دوسری پُشت سے لیا جائے۔ شکست خوردہ قوموں کو کاٹ چھانٹ کر بین الاقوامی سیاسیات کی بساط کا مُہرہ نہیں بنانا چاہئے۔ بلکہ اس امر کی ہر کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں، اور ان کو اس کا ہر موقع دینا چاہئے کہ وہ ایک معتدل اور صحیح سیاسی و اقتصادی زندگی بسر کر سکیں۔

آزاد ہندوستان بین الاقوامی تعلقات کے میدان میں دوسرے ممالک سے ابھی تک کے غلامی کے زمانہ کی بہ نسبت زیادہ فطری اور اپنی جغرافیائی پوزیشن کے نظریہ سے زیادہ موزوں تعلقات قائم کرے گا۔ دراصل ابھی تک ہم آزادانہ تعلقات پیدا ہی نہ کر سکے تھے۔ ہم انگلستان کے بین الاقوامی تعلقات کی چکّی کے نیچے پس رہے تھے۔ جو سامراج پسند برطانیہ کا دوست تھا وہ ہمارا بھی دوست تھا اور جو برطانیہ کا دشمن تھا وہ اسی وجہ سے ہمارا بھی دشمن سمجھا جاتا تھا۔ برطانیہ کی دوستیوں اور عداوتوں کی وجہ سے ہندوستان کو دو مرتبہ جنگ میں شامل ہو کر بڑی بڑی تکلیفیں اور جانی نقصان برداشت کئے۔ آزاد ہندوستان کو یہ بھاری بوجھ اُتار پھینکنا چاہئے ہماری اپنی خارجہ پالیسی ہونی چاہئے۔ ہم نے زمانۂ ماضی میں کوئی وعدے نہیں کئے ہیں نہ آئندہ کے لئے ہمارے سامراجی ارادے ہیں۔ ہمیں اپنی آزادی کے حصول

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور اُس کے قیام کی فکر ہے تاکہ ملک اور بیرونِ نجات میں ہمارے ہموطنوں کو اپنے ذرائع اور اپنی صلاحیتوں کے مطابق مکمل اور آزادانہ ترقی کے مواقع جائز طور پر مل سکیں۔ ہم اُن برائیوں کو بھول جانے کے لئے تیار ہیں جو برطانیہ نے ہمارے ساتھ کی ہیں بشرطیکہ وہ اپنے رویے میں تبدیلی کرے اور ہماری گردن سے اپنا جُوا اٹھالے۔ ہمیں دکھنی افریقہ سے بھی کوئی شکایت نہ ہوگی اگر نسلی غرور کی اکڑ میں آکر اس کی سفید فام اکثریت ہندوستانیوں کو لالچ دے کر انہیں اپنے ملک سے دکھنی افریقہ میں بسانے کے بعد انہیں شہریت کا ابتدائی حق بھی غصب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہم ہر قوم کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بغیر دوسری اقوام کو اس حق سے محروم کئے ہوئے اپنے لئے وہ طریقۂ حکومت منتخب کرے جو اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہو۔ ہم کمیونزم کی روسی قسم جمہوری اشتراکیت کے برطانوی تجربے اور ذاتی تجارت کے امریکی اعتقاد کو یکساں دلچسپی سے دیکھتے ہیں۔ ہم ان میں سے کسی کی نقل نہیں کرنا چاہتے حالانکہ ہم ان تینوں سے کچھ نہ کچھ سیکھنا ضرور چاہتے ہیں۔ ہم ان تینوں عظیم الشان قوموں سے سادات اور ایک دوسرے کے حقوق کی منظوری بنا پر دوستانہ تعلقات قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اس بات میں ہوشیار رہیں گے کہ دنیا کے پریس کے ایک حصے میں ہونے والے روس کے خلاف پرچار اور دوسرے میں حصے ہونے والے مغربی جمہوریتوں کے خلاف پرچار کے ذریعہ گمراہ نہ ہوں۔ ہمیں اصولی بم چخ میں پڑ کر بین الاقوامی جھگڑوں میں کسی کی طرف ہو کر اس امید میں تیسری عالمگیر جنگ میں بھی نہ پڑ جانا چاہئے کہ ہم دنیا کی خدمت کر رہے ہیں۔ دوسری قوموں کو اصلاح دینے کی بجائے ہمارے اصلاحی جوش کے لئے اپنے ملک میں ہی بہت کچھ گنجائش ہے۔

حالانکہ ہم سبھی قوموں کے ساتھ اپنے تعلقات بڑھائیں گے لیکن اپنے ایشیائی دوستوں اور آسٹریلیا کے ساتھ ہمارے تعلقات قدرتی طور پر بڑھیں گے۔ چین اور جاپان کے ساتھ ہمارے پرانے تمدنی تعلقات ہیں۔ آج بھی پنڈت جواہر لال نہرو کی وجہ سے، جو کہ بہت موزوں طریقہ سے ہمارے وزیر خارجہ بنائے گئے ہیں، ہمارے چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہیں لیکن ہم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے قریب ترین ہمسائے سے اتنے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں کہ کوئی کیبل چین سے یہاں براہ راست نہیں آسکتا۔ اس کو لندن ہو کر آنا پڑتا ہے اور اس کے آنے میں اکثر چوبیس گھنٹے سے بھی زیادہ لگ جاتے ہیں۔ یہ سب باتیں بدلنی چاہئیں۔ جونہی کہ جاپان اپنے سامراجی جکڑ کے مرض سے شفایاب ہو کر جمہور پسند بنے گا، ہندوستان اُس کے ساتھ ضرور دوستی کرے گا ہم دوسروں کے تعصب کے اثر میں نہ آئیں گے خواہ وہ پوربی ہو یا پچھمی۔ انڈونیشیا اور پوربی جزیروں کے ساتھ بھی ہمارے تمدنی تعلقات ہیں جنہیں کہ ہمیں بڑھانا چاہئے۔ ان جزائر میں ہمارے آپسی فائدے کے لئے ہماری تجارت پر آزادی ہونی چاہئے۔ ہندوستان اور آسٹریلیا میں قریبی تعلقات کے قیام سے ان میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہے اور دونوں کا بہت فائدہ ہے۔ وسطی ایشیا اور بیچ پورب سے بھی ہمارے تمدنی تعلقات ہیں۔ ہماری آبادی کا ایک چوتھائی حصہ ان ممالک کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیرو ہے۔ ہمیں ان تعلقات کو اور نیا کرنا اور دوستی کے نئے ذرائع پیدا کرنے ہیں۔ سوویٹ روس کے ساتھ بھی ہمیں قریبی تعلقات رکھنے چاہئیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ ہی مغربی جمہوریتوں کے ساتھ بھی ہمیں اپنے موجودہ تعلقات قائم رکھنے ہیں۔

اس سے پہلے ہماری جماعت ضرورت پڑنے پر فوری بین الاقوامی حالات پر تبصرہ کرتی آئی ہے۔ اب چونکہ ہمارے نمائندگان کے ہاتھ میں اختیارات آ گئے ہیں لہٰذا ہمیں زیادہ ضبط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں یہ محسوس کرنا چاہئے کہ آزاد حکومتوں کے پاس ہزاروں ذرائع سے دوسرے ممالک کے خیالات اور کارروائیوں کے متعلق خبریں آیا کرتی ہیں۔ دوسرے ممالک میں اُن کی مستقل ڈپلومیٹک اور خفیہ سروسیں کام کرتی رہتی ہیں۔ ان کے طلبا یونیورسٹیوں میں پڑھتے ہیں اُن کے تاجر اور صنعتی اور تجارتی ایجنٹ بھی دوسری جگہوں پر ہوتے ہیں۔ اور حکومتیں ان اطلاعات کے ذرائع کے قیام کے لئے لاکھوں پونڈ خرچ کر سکتی ہیں۔ چنانچہ بین الاقوامی خبر رساں ایجنسیوں کے علاوہ ان حکومتوں کے پاس کئی ذرائع سے دوسرے ممالک کے متعلق خبریں آتی ہیں۔ اتنے پر بھی ان سرکاری اور غیر سرکاری ذرائع کے ذریعہ خفیہ یا ظاہر طور پر ملی ہوئی اطلاعات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ اگرچہ غلط نہیں ہوتا تاہم کبھی کبھی گمراہ کن ضرور ہوتا ہے ہمیں یہ محسوس کرنا چاہئے کہ آج اطلاعات کے ان ذرائع کا راستہ ہم پر بند ہے ہمیں بین الاقوامی ایجنسیوں کا یہ جال ابھی بچھانا ہے۔ اس وقت بین الاقوامی حالات کی زیادہ تر خبر ہمیں ایک جانب دار پریس ایجنسی کے ذریعہ ہی ملتی ہے۔ ان سب باتوں کا تقاضہ ہے کہ ہم دوسرے ممالک متعلق اپنی رائے کے اظہار میں احتیاط رکھیں۔ ہمیں یہ محسوس کرنا چاہئے کہ ہمیشہ سے زیادہ آج ہماری زبان سے نکلے ہوئے غیر ذمہ دارانہ اظہار خیال سے ہم پر ایسی ذمہ داریاں ٹپر سکتی ہیں۔ جن کے لئے ہم تیار نہیں ہیں۔ اس لئے اس سمت ہمیں بہت ہی صبر و ضبط سے کام لینا چاہئے۔ ہمارا نصب العین پہلے ہی کی طرح آزاد اور حیثیت سے جمہوریت کے قیام کی معاونت مظلوموں کی امداد اور بین الاقوامی امن و امداد باہمی کا رہے گا۔ ہم اپنے ہی اداروں میں ان اصولوں پر عمل کر کے ان مقاصد کو دوسری قوموں کا فیصلہ کرنے کے بہ نسبت زیادہ اچھی طرح پورا کر سکتے ہیں۔

ہمارے بین الاقوامی تعلقات کا ایک پہلو ایسا ہے جس کے متعلق قیام امن کے نقطۂ نظر سے ہمیں اپنا رُخ صاف کر دینا چاہئے۔ اور وہ یہ ہے کہ حالانکہ ہم قومی اقتدار اعلیٰ کا ڈھول نہیں پیٹتے اور دنیا کے امن اور امداد باہمی کے لئے تمام قوموں کے ساتھ قطعی مساویانہ بنیاد پر ہم لوگ اس پر پابندی بھی برداشت کر سکتے ہیں لیکن ہم یہ ہرگز برداشت نہ کریں گے کہ طریقۂ حکومت کا انتخاب کرنے کے ہمارے ہموطنوں کے حق میں مداخلت کی جائے یا ہندوستان کی علاقہ وارانہ ایکتا کو ختم کیا جائے۔ خواہ وہ ہمارے منتخب نمائندگان کی خواہش کے خلاف برطانوی افواج کا قیام ہو، یا ہماری صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے غیر ملکوں سے روپیہ پانے والوں کا پرچار ہو، یا پورچوگیز، یا فرانسیسیوں کے ذریعہ کسی بہانے سے ہندوستان کی زمین کے کسی حصے پر قائم رہنے والا قبضہ ہو، یہ ان بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہوگی جن سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کسی قوم کو محروم نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ انہوں نے صاف صاف وعدہ کیا ہے اگر برطانوی لوگ ہندوستان خالی کر دیں تو پورچوگیز حکام کا یہ دعویٰ مضحکہ خیز ہو جاتا ہے کہ گوا اُن کے ہزاروں میل دور پر بسے ہوئے ملک کا حصّہ ہے۔

میں ڈاکٹر رام منوہر لوہیا کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے اُس زبردست ناانصافی اور توہین کا بھانڈہ پھوڑ دیا جس کے شکار ہمارے گوا کے بھائی تھے میں اپنے گوا کے ہم وطنوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اُن کی حصول اختیارات کی جنگ میں ہماری پوری ہمدردی اُن کے ساتھ ہے اور آزاد ہندوستان خارجی حکومت کے ماتحت اُن کی غلامی کو ہرگز برداشت نہ کرے گا۔ میں پرپورچوگیز حکام سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اُس چیز کا دعوے کر کے جو ایمانداری سے اُن کی نہیں ہے" اُلجھی ہوئی بین الاقوامی صورت حالات کو اور نہ اُلجھائیں اور اب تک ہونے والی غلطی کو دُور کر کے دونوں قوموں کے درمیان دوستی کی ایک مضبوط بنیاد ڈالیں۔

سامراجیت کے دن لد گئے اور آج جب طاقت ور قومیں بھی اپنی سلطنتیں ختم کرنے کے لئے مجبور ہو گئی ہیں، چھوٹی قوموں کو خود اپنے ہی محاذ میں اپنی سلطنتوں سے دست بردار ہو جانا چاہئے اور اس طرح قوموں کے درمیان جنگ کی اصلی وجہ کو ختم کر دینا چاہئے۔

جنوبی افریقہ

جنوبی افریقہ میں ہمارے برادرانِ وطن کی حیثیت کا سوال یکایک ایک عالمگیر اہمیت کا مسئلہ بن گیا ہے۔ اور "یو۔این۔او" کے روبرو ہندوستانی ڈیلیگیشن نے اس کو قابلیت سے پیش کیا ہے۔ فیلڈ مارشل اسمٹس نے یہ غلط اعتراض کیا کہ یہ مسئلہ گھریلو ہے اس لئے "یو۔این۔او" میں سماعت کے لائق

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس اعتراض کو انجمن مذکور نے مسترد کر دیا۔ یہ اس امر کا خیال کرنا مناسب ہے کہ یہ طویل لڑائی اس لئے ممکن ہوئی ہے کہ ہمارے برادرانِ وطن نے تاریخ میں پہلی مرتبہ سونے اور ہیرے کی اس سرزمین پر ستیاگرہ کا حیرت انگیز حربہ استعمال کیا ہے۔ اس مسئلہ کا اختتام ہم نے نہیں دیکھا ہے اور شاید کچھ مزید دنوں تک نہیں دیکھیں گے۔ لیکن یہ دیکھنا کافی ہے کہ ہمارے برادران وطن عدم تشدد کی اس جنگ کو جاری رکھے ہوئے ہیں جس میں تمام حصوں اور جماعتوں کے مرد اور عورتیں شریک ہیں۔ یہ لڑائی روٹی اور مکھن کے لئے لڑائی نہیں ہے بلکہ قومی خودداری اور عزت کے لئے لڑائی ہے جو روٹی اور مکھن سے زیادہ وقیع ہے۔ آپ کی طرف سے میں اپنے ان برادرانِ وطن سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کی اس باعزت جنگ میں پورا ہندوستان اُن کی پشت پر ہے ضمنی طور پر میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت دُنیا کی تمام رنگ دار اور محکوم قوموں کی نگاہیں اس جدوجہد کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

جنوبی افریقہ کی جدوجہد سے کینیا اور ٹنگانیکا کی جدوجہد بھی پوری مناسبت رکھتی ہے۔ ان علاقوں میں جنوبی افریقہ کی بہ نسبت سیاہ فام لوگوں کی پوزیشن اور بھی ناقابلِ برداشت ہے۔ اگر بہت سے سائل پر اس تبصرہ میں جگہ ہو تو میں اس رومان پر بھی روشنی ڈالتا کہ ہمارے برادرانِ وطن یوروپین لوگوں سے پہلے کس کس طرح پوربی ساحل کے ذریعہ پُرامن طریقہ پر افریقہ میں داخل ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کی توجہ صرف ان کاغذات کی طرف مبذول کرتے ہیں جو "البسٹ افریقہ انڈین ڈیلی گیشن" نے پیش کئے ہیں۔ آپ کے نام پر میں جنوبی افریقہ کی طرح پوربی افریقہ کے برادرانِ وطن کو ہندوستان کی تائید و امداد کا یقین دلاتے ہیں اور اُن کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سیلون اور برما

سیلون اور برما دونوں ہی ہمارے پڑوسی ہیں۔ سیلون کو ہندوستان سے پانی کی ایک چھوٹی سی پٹی ہی جدا کرتی ہے۔ برما کی طرح یہاں بھی بودھ مذہب ہندوستان سے گیا تھا۔ سیلون ہندوستان سے جغرافیائی، تمدنی اور روایاتی طریقہ پر متحد ہے اور اسے آسانی سے اپنی مادر وطن کہہ سکتا ہے۔ سیلون کا اُتری حصہ جفنا ہندوستان سے بالکل مختلف نہیں ہے بدقسمتی سے یہاں کچھ دنوں سے ایک تحریک ہندوستانی مزدوروں کو شہری حقوق سے محروم کرنے کے لئے اس بنیاد پر کی گئی ہے کہ وہ لوگ خود کو ہندوستانی قوم سے وابستہ رکھتے ہوئے شہری حقوق کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ دکھنی افریقہ کی طرح ہی پہلے یہاں بھی ہندوستانی مزدور سیلون کی اقتصادیات درست کرنے کے لئے لالچ دے کر بلائے گئے تھے۔ سیلون اور ہندوستان ہمیشہ عمدہ پڑوسی رہے ہیں اور کانگریس نے طے کیا ہے کہ وہ ان تعلقات کو بڑھائے گی۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں کانگریس نے سری آریہ نائکم اور مسٹر جی۔ رام چندرن کو بھیجا تھا کہ وہ سیلون کے وزراء سے مل کر ہندوستانی مزدوروں کے پیچیدہ مسئلہ پر گفت و شنید کریں۔ وہ کچھ اختلافات دور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ گفتگو کو آگے بڑھانے کے لئے پنڈت نہرو اور سری راجگوپال اچاریہ کو بھیجنا طے کیا گیا تھا لیکن اپنی موجودہ مصروفیتوں کی بنا پر یہ لوگ نہ جا سکے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس مسئلہ کا پُرامن حل ناممکن ہے۔ سیلون اور ہندوستان کی قسمت ایک ہے۔ ہندوستان سے علیحدہ ہو کر سامراجیوں کے عالمگیر تنازعوں میں نگل لئے جانے کا خطرہ رہے گا۔

نسلی اور تاریخی طور پر برما ہندوستان کا حصہ نہیں ہے۔ لیکن مشترکہ غلامی اور بیرونی قبضہ سے آزادی کی مشترکہ جدوجہد کی وجہ سے دونوں کے درمیان ایک روحانی تعلق ہو گیا ہے۔ گذشتہ جنگ کے تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ آزاد ممالک کی طرح رہنے کے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لئے دونوں کے لئے ایک دوسرے کی کتنی زبردست اہمیت ہے۔ برمی اقتصادیات کی ترقی میں ہندوستانیوں نے نمایاں پارٹ ادا کیا ہے۔ انہوں نے وہاں ڈھیروں روپیہ جمع کر دیا ہے انہیں برمیوں کو یہ بتانا چاہئے کہ وہ اُن کو (برمیوں کو) نقصان پہنچا کر منافع نہیں کھانا چاہتے اور اُن کی کارروائیاں برمی مفاد کے خلاف نہیں ہیں۔ ہم خود لٹے ہوئے ہیں۔ ہم کو اپنے سر پر سرحدوں کو لوٹنے کا الزام نہ لینا چاہئے۔ برما کے ہندوستانیوں کو برمیوں کے ساتھ شیر و شکر ہو جانا چاہئے ہندوستان، برما اور سیلون اپنے دوستانہ تعلقات کو مضبوط کر کے ایسی پوزیشن میں ہو جائیں کہ سامراجیت اور لوٹ کے خلاف خواہ وہ پوربی ڈھنگ کی ہو یا پچھمی ڈھنگ کی مورچہ جمانے کے لئے ایشیائی طاقتوں کا ایک فیڈریشن بنا لیں۔

ہماری تنظیم

ہمیں صاف صاف یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کانگریس کیا ہے۔ ہم آج کانگریسی حکومتوں کے متعلق گفتگو سنتے ہیں۔ یہ ایک گمراہ کن اصطلاح ہے۔ کہی جانے والی کانگریسی حکومتیں دراصل مقبول عام جمہوری حکومتیں ہیں۔ کانگریس نے صرف ہندوستان کو ان حکومتوں کے قائم کرنے اور آسانی کے ساتھ چلانے کے لئے تیار کیا ہے۔ آج کانگریس نے ہندوستان کو اپنا راج سنبھالنے کے لائق بنا دیا۔ کئی سالوں تک کانگریس نے ہمارے ہموطنوں کو برطانوی حکام کی آمری حکومت کے خلاف لڑنے کے لئے منظم کیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جمہوری حکومت کے قیام کی تنظیم کے بجائے کانگریس کو پھر تن تنہا جنگ آزادی کی تنظیم کرنی پڑے۔ ہمیں امید کرنا چاہئے کہ ایسا نہ ہوگا۔ لیکن میں آپ کو جو بات بتانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ کانگریس ہندوستانیوں کی تنظیم کی اور موثر قومی خدمت کی صرف ایجنسی ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ اس قومی خدمت کی شکل بھی بدل سکتی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اِس طرح پر کانگریس ایک جمہوری جماعت ہے جو ہندوستان کی نمائندگی اور ہندوستان کے رہنے والوں کی طرف سے کام کرنا چاہتی ہے۔ اُس نے سیلوؤں اور قربانیوں کے ذریعہ اور مصیبت اُٹھا کر ایسا کیا ہے اور طرح تو یہ ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ اسے ایک بدیشی سامراج کو جس نے دیس کو کچل ڈالا ہے اور نامرد بنا دیا ہے طاقت کی جگہ سے ہٹانا ہے۔ ہمیں یہ بات صاف صاف سمجھ لینا چاہیئے کہ کانگریس حکومت نہیں ہے بلکہ ایک والینٹر جماعت ہے یہی اس کی طاقت اور یہی اس کی کمزوری ہے۔ ایک والینٹر جماعت کو ریاست کی مادی طاقت حاصل نہیں ہوتی۔ اپنے نظام یا اپنے حکموں کی پابندی کرانے کے لئے اُسے مجسٹریٹ کانسٹبل یا سپاہی کا سہارا نہیں لینا ہوتا بلکہ وہ اپنے ممبروں کی ارادی وفاداری پر ہی کام کرتی ہے۔ اس کی طاقت اخلاقی ہوتی ہے مادی یا جبریہ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ کانگریس یہی کر سکتی ہے کہ کسی ممبر کو اپنی جماعت سے نکال دے۔

اِس لئے ایسی جماعت کے قائم رہنے اور مؤثر طریقہ پر کام کرنے کی پہلی شرط ایکتا کسی ڈکٹیٹر یا نوکر شاہی کے ذریعہ اوپر سے نہیں تھوپی جا سکتی یہ تو اسی صورت میں حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ سیکھ لیں کہ جانتے بوجھتے ذاتی اور پارٹی کے خیالوں کو تمام جماعت کے بڑے فائدہ کے ماتحت رکھنا ہے انہیں یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ بڑے میں چھوٹا شامل ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں یہ اور بھی ضروری ہے۔ جہاں ذات پات فرقہ طبقہ اور تنگ جغرافیائی حدود کی پارٹی بندی صدیوں سے لعنت رہی ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں کہ کانگریس میں اختلاف رائے نہ ہو یا پارٹی یا گروہ کا وجود نہ رہے اسکے معنی صرف یہ ہیں کہ مختلف جتھوں اور پارٹیوں کو یہ محسوس کرنا چاہیئے کہ ایک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجموعی واحدے ہیں ایک شخص جب تک کل کی جانب سچا نہ ہو جزو کی جانب سچا نہیں ہو سکتا اس بارے میں ہم انگلستان سے سبق سیکھ سکتے ہیں اپنے ملک کے ساتھ ایک انگریز کی جو وفاداری ہوتی ہے وہ تمام خاندانی مقامی اور پارٹی کی وفاداریوں سے بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے۔

یہ ایسے ہو سکتا ہے کہ ہم اُن باتوں پر زور دینے کے بجائے جو ہمیں ایک دوسرے سے الگ کرتی ہیں اُن باتوں پر زور دیں جو ہمیں ایک کرتی ہیں یہ کام مشکل نہیں ہے کیونکہ اقلیت میں کانگریس کے اندر مختلف جتھوں میں اتفاق کے مسئلے اختلاف کے مسئلوں سے کہیں زیادہ اور کہیں اہم ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم چھوٹے چھوٹے اختلافوں کو اتنا اٹھاویں کہ وہ اصولوں کی برادرانہ بلندیاں معلوم ہونے لگیں۔ ہمیں ذاتی رابطے بھی پیدا کرنے چاہئیں۔ کیونکہ اکثر مرد اور عورت اپنے ذاتی خیالوں اور آورشوں سے زیادہ اونچے ہوتے ہیں سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ کسی جتھے کو یوں کام نہ کرنا چاہیئے جیسے کسی باعزت پڑوس میں شراب کی دُکان ہوتی ہے جو خاندان کے اکتائے ہوئے نراس اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

کانگریس کے ٹھیک اور موثر طرح پر کام کرنے کی دوسری شرط ضابطہ کی پابندی ہے جسے اپنے اوپر آپ عائد کرنا ہے۔ ہمیں ایسی روایتیں اور رواج بنانے چاہئیں جن سے ضابطہ توڑنا مشکل ہو جائے۔ جو آدمی ایسا رویہ اختیار کرے جس سے اِس جماعت کو یا ملک کو نقصان پہنچنے والا ہو اُسے کانگریس میں اچھوت بنا دینا چاہیئے۔ کچھ کام ایسے ہونے چاہئیں جنھیں کوئی کانگریس میں کر ہی نہ سکے۔ جو کبھی نہ کئے جائیں نہ طاقت کے لئے چیخ پکار ہونا چاہیئے نہ جماعت پر قبضہ کرنے کے لئے۔ طاقت خدمت سے نکلنی چاہیئے اور اسے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور زیادہ خدمت کے لئے استعمال کرنا چاہیئے۔ کانگریس کی جماعت حکومت نہیں ہے۔ ہم اُس میں سے اتنا ہی پا سکتے ہیں جتنا لوگوں کی سیوا کر کے ہم اُس میں داخل کریں۔ جیسا گاندھی جی کرتے ہیں۔ ہمیں لوگوں کی محبت میں اپنا سب سے بڑا انعام اور اپنی سب سے بڑی تکمیل محسوس کرنی چاہیئے۔

بدیشی سامراج کے خلاف اپنی جدوجہد میں ہم نے اپنی آزادی کی منزل حاصل کرنے کے لئے مقابلہ اور سرگرمیوں کے کچھ طریقے سیکھے ہیں اور استعمال کئے ہیں۔ چونکہ پہلے ہمیں ان طریقوں کا پھل ملا ہے۔ اِس لئے ہم یہ ماننے پر آمادہ ہو سکتے ہیں کہ یہ عام استعمال کے ہیں۔ ہم یہ تصور کر لیتے ہیں کہ وہ اِس جمہوری طور پر قائم ہوئی حکومت کے خلاف بھی ہمارے کام آ سکتے ہیں جسے ہم نے خود گدی پر بٹھایا ہے۔ ہم نے تو ان لوگوں کو وہاں اِس لئے بھیجا ہے کہ آزادی کے مقصد کو ترقی دیں۔ اِس لئے جو طریقے ہم نے بدیشی حکومت کے خلاف جدوجہد میں استعمال کئے تھے وہ ہماری اپنی حکومت کے لئے بالکل موزوں نہیں ہیں۔ بدیسی حکومت تو ہمیں اپنی پالیسی کے چلانے میں تو کیا اثر ڈالنے کے طریقے بھی حاصل نہیں ہونے دیتی۔ اگر ہم کوئی تعمیری تجویزیں پیش کرتے ہیں تو ان کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ ابھی کوئی جمہوری تدبیر ہی نہ تھی جس سے ہم اُس انتظامی صیغہ کو ہٹا سکیں۔ انگریز باوجودیکہ چرچل کی تعریف کرتے تھے اور اس کی جنگی خدمتوں کے قدردان تھے اُسے نکال باہر کر سکے۔ کیونکہ صلح کے مسئلوں کے لئے انھیں زیادہ موزوں لیڈری کی ضرورت تھی۔ لیکن یہاں ہندوستان میں تو ہم ایک گاؤں کے چوکیدار کو بھی بدلنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ چاہے وہ اپنے آپ کو ہلاک کیلئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وبال ہی کیوں نہ بنالے۔ اِن حالات میں صرف چیخ پکار اور نکتہ چینی ہی ہوسکتی تھی۔ اور یہ کام زیادہ تر نفی کے ہوتے ہیں تعمیری تجویزوں کو نہ برداشت کیا جاتا تھا نہ قبول کیا جاتا تھا۔ ہم نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے ڈائرکٹ ایکشن (براہِ راست عمل) بھی کیا لیکن آج جبکہ ہم اسمبلی اور کونسل کے ممبروں اور وزیروں کو بدل سکتے ہیں اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمیں تو اب نکتہ چینیوں میں بھی احتیاط اور ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔ صوبوں میں اور مرکز میں ہمارے وزیروں کو اتنے سیاسی اور انتظامی مسئلوں سے سابقہ پڑ رہا ہے کہ وہ ہماری نیک فہمی اور ہمدردی کے مستحق ہیں اور قوم یہ چاہتی ہے کہ بہت سی باتیں جلدی جلدی ہوجائیں۔ ہم اتنی مدت سے اور اتنی شدت سے آزادی کی چاہ کرتے رہے ہیں کہ ہمیں یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ آزادی کے آتے ہی ہمارے تمام مسئلے حل ہوجائیں گے اس لئے اس کا بہت امکان ہے کہ ہم بے صبر ہوجائیں اور ان دشواریوں کو نظر انداز کردیں جن سے ہمارے نمائندے ایک ایسی حکومت میں دوچار ہیں جس میں خدمت کی کوئی روایت نہیں ہے۔ اور جس کے افسروں نے ہمیشہ لوگوں کے مالک کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ اِس ابتدائی منزل پر قومی حکومت کا کام اِس وجہ سے اور بھی مشکل ہوگیا ہے کہ دیسی اور بدیسی سرکاری اور غیر سرکاری مخصوص مفاد ریشہ دوانیوں میں لگے ہوئے ہیں اِس لئے ہماری نکتہ چینی تعمیری اور ہمدردانہ ہونی چاہیئے۔ محض تخریبی کبھی نہ ہونی چاہیئے۔ ہمیں اِس گڑبڑ میں جو ہمارے نمائندوں کو سرکاری ترکے میں ملی ہے ذرا سانس لینے کی مہلت دینی چاہیئے۔

بدیسیوں کے خلاف تو ہم اِس دعوے میں حق بہ جانب تھے کہ صرف

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمیں محب وطن ہیں۔ لیکن اپنے ایسے آزمائے ہوئے اور بھروسے کے لیڈروں کے مقابلے میں جنہوں نے کم از کم اتنی ہی قربانیاں اور مصیبتیں برداشت کرکے اپنی سند حاصل کی ہے جتنی ہم نے اپنے ملک کے لئے کی ہے۔ ایسا دعویٰ کھوکھلا معلوم ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ طاقت دلیش بھگتوں کو اور عوام کے خادموں کو بھی خراب کر دیتی ہے لیکن اس خطرے سے تو کبھی بچا ہی نہیں جا سکتا۔ آجکل کی پیچیدہ سماج میں انتظامیہ صیغے کو اپنے بوجھل فرض ادا کرنے کے لئے کافی اختیارات ہونے چاہئیں طوطے کی طرح انیسویں صدی کے لبرلوں کا یہ نعرہ دُہراتے رہنے سے کام نہ چلیگا کہ بہترین حکومت وہ ہے جو کم سے کم حکمرانی کرے۔ آج تو سماج کو ایسے لوگوں اور ایسی جماعتوں کے کاموں سے بچائے رکھنا ہے جو لطیف قانونی طریقوں سے اُسے کُوٹنا کھسوٹنا چاہتے ہیں۔ ریاست کا فرض ہے کہ شہریوں کے حقوق کو ایسے لوگوں اور جماعتوں سے محفوظ رکھے اس لئے اُسے اپنے ذمہ ایسے کام لینے پڑتے جنھیں کوئی پُرانا حکمراں ممکن ہی نہ سمجھ سکتا تھا۔ اس لئے اگر قومی انتظامیہ جماعت کو اپنے فرض اچھی طرح صلاحیت کے ساتھ ادا کرنے ہیں تو اُن کو ضروری اختیارات ہونے چاہئیں۔ آج جمہوریتوں میں بھی انتظامیہ جماعت کو اتنے وسیع اختیارات حاصل ہیں کہ (انگلستان کے بادشاہ) چارلس اول کو بھی اپنے لئے اُن کے دعوے کرنے کی کبھی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے سرکاری اختیارات کا واحد علاج مسلسل بیداری ہے اور یہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ عام اور سیاسی علم کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔ اسی اثناء میں جو ذریعے ہم نے قائم کئے ہیں اُن سے اپنی تجویزیں قومی انتظامیہ صیغہ تک پہنچاتے رہنا چاہیئے۔ کوئی ایسی بات کہنا یا کرنا نہ چاہیئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جسے ہمارے دشمن حکومت میں ہمارے نمائندوں کی ساکھ بگاڑنے کے لئے استعمال کر سکیں۔ یہ تو نکتہ چینی کرنے والوں کے لئے کیا گیا لیکن جو لوگ حکومت کر رہے ہیں اُنہیں بھی یہ بھولنا نہ چاہیئے کہ وہ لوگوں کے سیوک ہیں مالک نہیں ہیں۔ اُنہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جس سیڑھی سے وہ اپنی موجودہ بلندی تک پہنچے ہیں اُسے وہ ٹھکرا نہیں سکتے۔ اِس لئے اُنہیں ہمیشہ کانگریس کا اور کانگریس کے ذریعہ ہندوستان والوں کا وفادار رہنا چاہیئے۔ اُن سے ہی اُنہوں نے طاقت حاصل کی ہے۔ اور اُنھیں کی جانب پہلی اور سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اُنہیں یہ بھی دیکھتے رہنا ہے کہ کہیں نوکر شاہی مشین اُنھیں ہڑپ نہ کر جائے اُنہیں چاہیئے کہ اِس مشین کی اصلاح کریں اور اُسے سیدھا سادہ بنائیں۔ کاغذوں ہی میں نہ پھنسے رہنا چاہیئے اور اپنے فرض عامہ کے ساتھ ساتھ پبلک کی پہنچ کے اندر ہونا چاہیئے۔ اُنھیں اس دکھاوے کے ٹھاٹ باٹ کا بھی بہت کچھ خاتمہ کر دینا چاہیئے جسے ایک بدیسی حکومت نے اپنا وقار قائم رکھنے کیلئے ضروری سمجھا تھا۔ ان کا وقار تو خدمت سے ہے اور اس اپنے اوپر آپ عائد کی ہوئی غریبی سے ہے جو انہوں نے اس وقت اپنائی تھی جب تک عہدے ان کی راہ میں حائل نہیں ہوئے۔

اکثر اِس بات کی شکایت کی جاتی ہے کہ کانگریس کا آئین ٹوٹ پھوٹ گیا ہے اب وہ ٹھیک ٹھیک کام نہیں کرتا۔ کانگریسی نظام اس آئین کے لئے بہت بڑا اور پیچیدہ ہو گیا ہے اِس لئے اس میں ادل بدل کرنے کی مانگ ہے۔ اِسی لئے آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے ایک کمیٹی مقرر کر دی ہے کہ وہ ضروری تبدیلیوں کی سفارش کرے۔ اِس کمیٹی کی بہت سی بیٹھکیں ہو چکی ہیں۔ اور اس نے کئی سفارشیں کی ہیں اگزیکٹنگ کمیٹی اور سبجکٹ کمیٹی نے اُنھیں منظور کر لیا ہے آپ کی منظوری کے لئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پیش کی جائیں گی۔ اگر کسی وجہ سے ان تبدیلیوں کو فوراً منظور کرنا ممکن نہ ہو تو آئینی کمیٹی نے کچھ عارضی تبدیلیوں کی سفارش کی ہے جو ہمارے چناؤ کے ضابطے کے متعلق ہیں تاکہ ہمارے چناؤ میں گڑبڑ عہدوں کے چیخ پکار اور تشدد نہ ہو۔ لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ باہر کی پابندیاں موثر نہیں ہو سکتیں جب تک ہم عام نیکیوں کو نہ اپنائیں۔ پچھلی لڑائی نے تمام آورشوں کا ستیاناس کر دیا ہے۔ اور اوسط شہری کو سنکی بنا دیا ہے۔ ہر جگہ چور بازار کے طریقے جاری ہو گئے ہیں۔ یہ طریقے کانگریس کے چناؤ میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ووٹروں پر دباؤ ڈالنے کے لئے رشوت جعلسازی فرضی شخصیت اور بعض اوقات تشدد کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ووٹ کے بکس چرا لئے جاتے ہیں۔ یا تباہ کر دئے جاتے ہیں یہ سب ذلت کی باتیں ہیں۔ ان سے نہ صرف ہمارے تمام جذبات بلکہ اخلاقی اصولوں پر بھی اثر پڑتا ہے یہ اچنبھے کی بات ہے کہ ہم بدیشی سامراج کے مقابلے میں تو اہنسا سے کام لیں اور ایک دوسرے سے ہنسا کا بیوہار کریں اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری ہنسا کمزوروں کی ہے طاقتوروں کی نہیں۔ کمزور اور اہنسا تمک ہونے سے طاقتور اور ہنسا تمک ہونا اچھا ہے۔

ہم موجودہ نسل والوں کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں ایک اعلیٰ مقصد کے آلۂ کار بننے کا موقعہ ملا ہمیں صرف اسی لئے کوشش اور کام نہیں کرنا ہے کہ ہمارے آدمی بدیسی بوجھ سے آزاد ہوں ایسے موقع تو تاریخ میں بہت سے لوگوں کو پیش آچکے ہیں ہمیں تو ایک ہیبتل موقعہ ملا ہے کہ سچائی اور اہنسا کے طریقوں کے آزادی حاصل کریں۔ اور ردیجے مقصدوں کے لئے اخلاقی طریقوں سے کوشش کریں۔ ہمارے لئے یہ موقعہ ہے کہ مختلف ذاتوں اور مسلکوں اور نسلی اور مذہبی طبقوں میں ایکتا پیدا کریں۔ ہمیں یہ موقعہ حاصل ہے کہ جو تمدن ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد معلوم ہوتے ہیں اُن میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایکتا پیدا کریں۔ ہمیں کثرت میں وحدت پیدا کرنا ہے اور ایک رنگا رنگ گلدستہ بنانا ہے۔ ہمیں مختلف سروں کو جو اکثر ایک دوسرے سے کنسرے بولتے ہیں یکجا کرنا ہے تاکہ وہ ساز تیار ہو جو کبھی زمین پر یا سمندر میں سُنا ہی نہیں گیا۔ ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ آج انسانیت کو اپنی اخلاقی اقتصادی سیاسی اور نسلی جھگڑوں کا پُرامن حل تلاش کرنا ہے یا تباہ ہو جانا ہے۔ تشدّد کے ذریعہ کوئی حل نہیں ہو سکتا۔ تشدّد اپنی انتہا کو پہنچ چکا وہ تو مرض اور مریض دونوں کو ختم کرنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ کچھ اور طریقے معلوم کرنے چاہئیں۔ ہندوستان نے وہ طریقہ معلوم کر لیا ہے اور اُسے مفید مقصد کے لئے استعمال کیا ہے اور اسے ایسی رہنمائی ملی ہے جو کہیں صدیوں میں ایک بار حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک نیا طریقہ ہے غلطیاں ہوتی رہی ہیں لیکن یاد رکھو کہ تاریخ میں کوئی انقلاب جان و مال کے اتنے کم نقصان عام زندگی کی اتنی کم گڑبڑ کے ساتھ نہیں ہوا نہ اتنی کم نفرت اور مار دھاڑ ہوئی ہے جتنی ہمارے ہندوستانی انقلاب میں جو کہ (اگر ہم غفلت سے کام نہ لیں) کامیابی کی حد تک پہنچ گیا۔ لیکن چاہے ہماری کوششوں میں فوری کامیابی ہو یا نہ ہو ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ ہم ایک بڑے اور اچھے مقصد میں لگے ہیں۔ ایسے مقصد میں بالآخر کوئی ہار نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنی ہے تو خود کارکنوں کو اچھا اور بڑا ہونا چاہیئے۔ غلامی نہ تو نیکی کے لئے کام کرتی ہے نہ بُرائی کے لئے۔ لیکن اُجالا آتے ہی صدیوں کا اندھیرا دور کیا جا سکتا ہے۔ ہندوستان میں روشنی آ چکی ہے ہمیں اِسے روشن رکھنا اور اس کی رہنمائی میں چلنا ہے اور ہمارا اب بھی بھلا ہی ہوگا۔

بندے ماترم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

3552 अज्ञेय, ले.
3558 उमेशचन्द्र, आल.

Entered in Catalogue
Signature with Date

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

3552
अज्ञेय, ले.

3558
उमेशचन्द्र, अनु.

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar